نظام المدارس پاکستان کے نصاب
کے عین مطابق

سوالاً جواباً

کشف المحجوب

مرتب

مفتی شہزاد احمد سجاد صاحب
پرنسپل جامعہ حسینیہ

کشف المحجوب سوالاً جواباً

مصنف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

مرتب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مفتی شہزاد احمد سجاد (پرنسپل جامعہ حسینیہ)

معاون۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حافظ احمد بشیر (متعلّم جامعہ حسینیہ)

ناشر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جامعہ حسینیہ، غوثیہ کالونی علی پور چٹھہ

03030626802

muftishahzad9@gmail.com

03264743100

Ahmadbashirrr789@gmail.com

تعارفِ کتاب

کتاب کشف المحجوب نظام المدارس کے درجہ خامسہ کے نصاب میں شامل ہے۔ جس کے مصنف حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ یہ کتاب تصوف اور صوفیاء کے احوال، ان کی حقیقت اور ان کے معاملات پر لکھی گئی ایک بہترین کتاب ہے۔ جس میں تصوف اور صفائے قلب کو قرآنی آیات، احادیثِ نبویہ، اقوال و آثارِ صحابہ، واقعات اور حکایات کی روشنی میں خوبصورت انداز میں واضح کیا ہے جو کہ دراصل ایک خوبصورت تحقیق ہے۔

ہم نے نصاب میں شامل کتاب ہذا کے ابواب

- باب نمبر: علم
- باب نمبر: معرفتِ الٰہی
- باب نمبر: ایمان
- باب نمبر: توبہ
- باب نمبر: محبتِ الٰہی
- باب نمبر: روزہ
- باب نمبر: صحبت
- باب نمبر: فقر
- باب نمبر: توحید
- باب نمبر: طہارت
- باب نمبر: نماز
- باب نمبر: زکوٰۃ
- باب نمبر: حج

کو انتہائی خوبصورت اور آسان فہم انداز میں سوالاً جواباً مرتب کیا ہے جو قارئین اور خصوصاً طلبہ کے لئے انتہائی مفید ثابت ہو گا۔

اللہ کریم ہماری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین!

جامعہ حسینیہ، غوثیہ کالونی علی پور چٹھہ

کشف المحجوب سوالاً جواباً

باب نمبر 1: تحصیل علم کی فرضیت اور اس کی اہمیت

سوال نمبر 1:۔ اللہ تعالی نے علماء ربانی کی صفت میں کیا ارشاد فرمایا؟

اللہ تعالیٰ نے علماء ربانی کی صفت میں ارشاد فرمایا ہے:

أَنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰؤُا (درحقیقت بندگانِ خدا میں سے علماء ہی خدا کا خوف رکھتے ہیں۔)

سوال نمبر 2:۔ علم کے حصول کے بارے رسول اللہ ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا؟

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

ہر مسلمان مرد و عورت پر تحصیل علم فرض ہے۔

نیز فرمایا: علم حاصل کرو اگرچہ (دور دراز مقام) چین میں ہی کیوں نہ ہو۔

سوال نمبر 3:۔ کون سے علوم حاصل کر سکتے ہیں؟ اور کس حد تک؟

علم کی کوئی حد و غایت نہیں ہے اور ہماری زندگانی محدود و مختصر ہے بنا بریں ہر شخص پر تمام علوم کا حصول فرض قرار نہیں دیا گیا جیسے علم نجوم علم حساب اور نادر و عجیب صنائع وغیرہ لیکن ان میں سے اس قدر سیکھنا جتنا شریعت سے متعلق ہے ضروری ہے مثلاً علم نجوم سے اتنا سیکھنا جس سے دن ورات کے اوقات جن سے نماز و روزے کی ادائیگی درست طریقے پر ہو سکے لازم ہے اسی طرح علم طب سے اتنا جس سے ایام و عدت جان سکے اور علم حساب سے اس قدر جس سے فرائض یعنی میراث وغیرہ کی تقسیم ہو سکے غرض کے عمل کے لیے جس قدر علم کی ضرورت ہے اس کا حاصل کرنا فرض ولازم ہے۔

سوال نمبر 4:۔ لانافع علوم حاصل کرنا کیسا ہے؟

ایسے علوم جو کسی کو نفع نہ پہنچا سکیں اللہ تعالی نے ایسے علوم کی تحصیل کی مذمت فرمائی ہے ارشاد ہے:

وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ

وہ ان باتوں کو سیکھتے ہیں جو انکو ضرر پہنچائے اور انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچائے۔

نیز رسول اللہ ﷺ نے ایسے بے منفعت علم سے پناہ مانگی ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ:

اعُوذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ (اے خدا میں پناہ مانگتا ہوں ایسے علم سے جو نفع نہ پہنچائے۔)

سوال نمبر 5:۔ کیا عمل کے بغیر علم فائدہ مند ہے؟

علم کے ساتھ عمل بھی ضروری ہے تھوڑے سے علم کے لیے بھی بہت زیادہ عمل درکار ہے علم و عمل دونوں باہم لازم و ملزوم ہیں لہذا علم کے ساتھ عمل ہمیشہ پیوست رہنا چاہیے اسی طرح بغیر علم کے عمل رائیگاں ہیں حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

اَلْمُتَعَبِّدُ بِلَا فِقْهٍ كَالْحِمَارِ فِي الطَّاحُونَةِ (بے علم عبادت گزار اس گدھے کی مانند ہے جو آٹے کی چکی سے بندھا ہے۔)

چکی سے بندھا ہوا گدھا اگرچہ دوڑتا بھاگتا اور چلتا ہے۔ لیکن وہ اپنے ہی محور میں گھومتا رہتا ہے اور کوئی مسافت طے نہیں کر پاتا۔ اس لیے کہ بغیر علم کے عمل کو حقیقت میں عمل کہا ہی نہیں جا سکتا۔ کیونکہ عامل جبھی عمل کرتا ہے جبکہ پہلے اسے اس کا علم ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ بندہ کو علم ہوتا ہے کہ اس عمل کے کرنے کا خدا نے اسے حکم دیا ہے۔ اس علم کے بعد بندہ اس پر عمل کرتا ہے جس سے وہ عمل کرنے کے ذریعہ اجر و ثواب کا مستحق قرار پاتا۔ اس کی مثال کچھ یوں چاہیے کہ نماز ایک عمل ہے جب تک بندے کو پہلے طہارت کے ارکان کا علم نہ ہو۔ اسی طرح پانی کی شناخت کا علم، سمت قبلہ کا علم، کیفیت نیت کا علم، وقت نماز کا علم اور ارکان نماز کا علم پہلے سے نہ ہو وہ نماز صحیح کیسے ہو سکتی ہے۔

سوال نمبر 6:۔ کیا عمل کے بغیر علم کام آئے گا؟

عمل کے بغیر علم کام نہ آئے گا اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے:

نَبَذَ فَرِيقٌ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللَّهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ

ترجمہ: اہل کتاب کے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا ہے (یعنی وہ اب پر عمل نہیں کرتے) گویا وہ لوگ جانتے ہی نہیں بے علم ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں عالم بے عمل کو علماء کے زمرے میں شمولیت کی نفی فرمائی ہے۔ اس لیے کہ سیکھنا، یاد کرنا، محفوظ کرنا یہ سب بھی تو عمل ہی کے قبیل سے ہیں اور اسی عمل کے ذریعہ ہی تو بندہ مستحق ثواب ہوتا ہے۔ اگر عالم کا علم اس کے اپنے کسب و فعل سے نہ ہو تو بھلا وہ کسی ثواب کا کیسے حقدار ہو سکتا ہے۔

سوال نمبر 7:۔ علم بے عمل کی مثال بیان کریں۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے راستہ میں ایک پتھر پڑا دیکھا۔ اس پر لکھا تھا کہ مجھے پلٹ کر دیکھو جب میں نے پلٹ کر دیکھا تو لکھا تھا:

انت لا تَعْمَلُ بِمَا تَعْلَمُ فَكَيْفَ تَطْلُبُ الْعِلْمَ مَالَا تَعْلَمُ

ترجمہ: جب تم اپنے علم پر عمل نہیں کرتے تو اس کی تلاش کیوں کرتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ جب تم علم پر عمل نہیں کر سکے تو اب یہ محال ہے کہ جن باتوں کا ابھی علم نہیں اس کو تم طلب کر سکو۔ لہٰذا پہلے اپنے علم پر عمل کرو تا کہ اس کے بعد اس کی برکت سے دیگر علوم کی راہیں تم پر کھل جائیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

علماء کی ہمت درایت یعنی غور وخوض کرنے میں ہے اور ناسمجھوں کی ہمت روایت کرنے یعنی نقل کرنے میں ہے۔

سوال نمبر 8:۔ علم کی کتنی اقسام ہیں؟

علم دو قسم کے ہیں ایک علم اللہ تعالی کا ہے اور دوسرا علم مخلوق کا ہے۔ اللہ تعالی کا علم اس کی صفت ہے جو اس کے ساتھ قائم ہے اور اس کی کسی صفت کی کوئی حد و انتہا نہیں ہے اس کا علم موجود و معدوم سب پر حاوی ہے اور ہمارا علم یعنی مخلوق کا علم ہماری صفت ہے جو خدا کی عطا کرتا ہے اور ہمارے ساتھ قائم ہے۔

مخلوق کی تمام صفت متناہی اور محدود ہیں مخلوق کا بمقابلہ علم الٰہی کوئی حقیقت و نسبت ہی نہیں رکھتا کیونکہ حق تعالی فرماتا ہے:

وَمَا أُوتِيتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا (جس قدر تمہیں علم کا حصہ دیا گیا ہے در حقیقت بہت تھوڑا ہے۔)

غرضیکہ علم اوصاف مدح میں سے ہے اور اس کی تعریف، معلوم کو گھیرنا اور معلوم کا اظہار و بیان ہے۔ لیکن سب سے بہترین تعریف یہ ہے کہ:

الْعِلْمُ صِفَةٌ يُصِيرُ الْجَاهِلُ بِهَا عَالِمًا (علم ایسی صفت ہے جس کے ذریعہ جاہل، عالم بن جاتا ہے۔)

سوال نمبر 9:۔ معائنہ الٰہی کی مثال بیان کریں۔

بصرہ میں ایک رئیس تھا۔ ایک دن وہ اپنے باغ میں گیا تو باغبان کی بیوی کے حسن وسے باہر اور جمال پر اس کی نظر پڑ گئی۔ رئیس نے اس کے شوہر کو کسی بہانے سے باہر بھیج دیا اور عورت سے کہا دروازے بند کر دو۔ عورت نے آ کر کہا میں نے مکان کے تمام دروازے تو بند کر دیے ہیں لیکن ایک دروازہ میں بند نہیں کر سکتی ہوں۔ رئیس نے پوچھا وہ کونسا دروازہ ہے؟ عورت نے کہا وہ دروازہ ہمارے اور خدا کے درمیان کا ہے۔ رئیس شرمندہ اور پشیمان ہو کر توبہ و استغفار کرنے لگا۔

سوال نمبر 10:۔ حاتم الاصم نے کون سی چار سبق باتیں بیان کی؟

حاتم الاصم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب سے مجھے چار باتوں کا علم حاصل ہوا ہے میں عالم کے تمام علوم سے بے پرواہ ہو گیا ہوں۔ لوگوں نے دریافت کیا وہ کونسی چار باتوں کا علم ہے؟ انہوں نے فرمایا: ایک یہ کہ میں نے جان لیا ہے کہ میرا رزق مقدر ہو چکا ہے۔ جس میں نہ کمی ہو سکتی ہے نہ زیادتی۔ لہذا زیادہ کی خواہش سے بے نیاز ہوں اور دوسری یہ کہ میں نے جان لیا ہے کہ خدا کا مجھ پر حق ہے۔ جسے میرے سوا کوئی دوسرا ادا نہیں کر سکتا۔ لہذا میں اس کی ادائیگی میں مشغول ہوں اور تیسری یہ کہ میرا کوئی طالب ہے۔ یعنی موت میری خواستگار ہے جس سے میں راہ فرار اختیار کر نہیں سکتا لہذا میں نے اسے پہچان لیا ہے اور چوتھی یہ کہ میں نے جان لیا ہے کہ میرا کوئی مالک ہے جو ہمہ وقت مجھے دیکھ رہا ہے۔ میں اس سے شرم کرتا ہوں اور نافرمانیوں سے باز رہتا ہوں۔ بندہ جب اس سے باخبر ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے تو وہ کوئی کام ایسا نہیں کرتا جس کی وجہ سے قیامت کے دن اسے شرمسار ہونا پڑے۔

سوال نمبر 11:۔ کیا فرض علوم کا حصول ضروری ہے؟ اور اس علم کے کتنے حصے ہیں؟

ہر شخص پر لازم ہے کہ احکام الٰہی اور معرفت ربانی کے علم کے حصول میں مشغول رہے بندے کا علم وقت کے ساتھ فرض کیا گیا ہے یعنی جس وقت پر جس علم کی ضرورت ہو خواہ وہ ظاہر ہوں میں ہو یا باطن میں اس کا حاصل کرنا فرض کیا گیا ہے۔

اس علم کے دو حصے ہیں:

1. علم اصول
2. علم فروع

سوال نمبر 12:۔ علم اصول اور علم فروع کی کتنی اقسام ہیں؟

علم اصول کی دو قسمیں ہیں:

ظاہر علم اصول:۔

ظاہر علم اصول میں کلمہ شہادت یعنی : اشھد ان لا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدِنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ہے۔

باطن علم اصول:۔

باطن علم اصول میں تحقیق معرفت یعنی حق تعالی کی معرفت میں کوشش کرنا ہے۔

علم فروع کی بھی دو قسمیں ہیں:

ظاہر علم فروع:۔

ظاہر علم فروع میں لوگوں سے حسن معاملہ ہے۔

باطن علم فروغ:۔

باطن علم فروع میں نیت کا صحیح ودرست رکھنا ہے۔

نوٹ:۔

ان میں سے ہر ایک کا قیام بغیر دوسرے کے محال ورنہ ممکن ہے اس لیے کہ ظاہر حال باطنی حقیقت کے بغیر نفاق ہے اسی طرح باطن بغیر ظاہر کے بے دینی ہے ظاہر شریعت بغیر باطن کے ناقص وناممکل ہے اور باطن بغیر ظاہر کے ہوا وہوس ہے۔

سوال نمبر13:۔ علم حقیقت (باطن علم اصول) کے کتنے ارکان ہیں؟

علم حقیقت یعنی باطن علم اصول کے تین رکن ہیں:

1. ذات باری تعالی اور اس کی وحدانیت اور اس کے غیر سے مشابہت کی تنزیہہ و نفی کا علم۔
2. صفات باری تعالی اور اس کے احکام کا علم۔
3. افعال باری تعالی یعنی تقدیر الہی اور اس کی حکمت کا علم۔

سوال نمبر14:۔ علم شریعت (ظاہر علم اصول) کے کتنے ارکان ہیں؟

علم شریعت یعنی ظاہر علم اصول کے بھی تین رکن ہیں :

1. کتاب یعنی قران کریم۔
2. اتباع رسول یعنی سنت۔
3. اجماع امت۔

سوال نمبر15:۔ علم حقیقت کے حصول پر دلائل پیش کریں۔

اللہ تعالی کی ذات وصفات اور اس کے افعال کے اثبات کے علم میں خود اسی کا ارشاد، دلیل و برہان ہے۔ فرماتا ہے:

فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ (جان لو یقینا اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔)

نیز ایک جگہ پر ارشاد فرمایا ہے:

فَاعْلَمُوا أَنَّ اللهَ مَوْلٰكُمْ (جان لو یقینا اللہ ہی تمہارا مولی اور کارساز ہے۔)

ایک اور جگہ پر فرمان الہٰی ہے:

أَلَمْ تَرَ إِلَىٰ رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ

ترجمہ: کیا تم نے اپنے رب کی قدرت کی طرف نظر نہیں کی کہ اس نے سایہ کو کیسے دراز کیا۔

حضور نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

مَنْ عَلِمَ إِنَّ اللّٰهَ رَبُّهٗ وَأَنِّيْ نَبِيُّهٗ حَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ لَحْمَهٗ وَدَمَهٗ عَلَى النَّارِ.

ترجمہ: جس نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کا رب ہے اور یہ کہ میں اس کا نبی ہوں تو اللہ تعالیٰ نے اس کے گوشت اور اس کے خون کو آگ پر حرام کر دیا ہے۔

سوال نمبر 16:۔ علم ذات باری تعالیٰ کی کتنی اور کونسی شرائط ہیں؟

ذات باری تعالیٰ کے علم کی شرط یہ ہے کہ ہر عاقل و بالغ یہ اعتقاد رکھے کہ حق تعالیٰ موجود اپنی ذات میں قدیم بے حد و حدود ہے اور اس کا کوئی مکان اور جہت نہیں ہے، اس کی ذات کے لیے تغیر و تبدل ہے اور نہ کسی آفت کا صدور، کوئی مخلوق اس کی مانند نہیں ہے، اور نہ ہی اس کے بیوی بچے ہیں تمہاری عقل و خیال میں جو صورت و شبیہ ہے وہ اس کی پیدا کرتا ہے سب کا وہی خالق ہے وہی باقی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (کوئی شے اس کی مثال نہیں وہی سننے دیکھنے والا ہے۔)

سوال نمبر 17:۔ علم صفات باری تعالیٰ کی کتنی اور کون سی شرائط ہیں؟

صفات باری تعالیٰ کے علم کی شرط یہ ہے کہ عاقل و بالغ یہ اعتقاد رکھے کہ اس کی تمام صفتیں اس کے ساتھ ہیں مطلب یہ کہ اس کی صفتیں نہ تو اس کی ذات ہیں اور نہ اس کا غیر۔ وہ اپنی ہی صفات کے ساتھ دائم ہے۔ جیسے علم، قدرت، ارادہ سمع، بصر، کلام اور بقا وغیرہ۔ چنانچہ فرماتا ہے:

إِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (بے شک وہی سینوں کے بھیدوں کو جاننے والا ہے۔)

نیز فرمایا:

وَاللّٰهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔)

ایک اور جگہ پر فرمایا:

وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (وہی سننے دیکھنے والا ہے۔)

مزید ایک اور جگہ پر فرمایا:

هُوَ الْحَقُّ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ (وہی زندہ و باقی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔)

سوال نمبر 18:۔ افعال باری تعالیٰ کے علم کی کتنی اور کون سی شرائط ہیں؟

علم افعال باری تعالیٰ کے اس بات میں یہ ہے کہ بندہ اعتقاد رکھے کہ تمام مخلوق اور جو کچھ اس کائنات میں ہے سب کا پیدا کرنے والا اور ان کی تدبیر فرمانے والا وہی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ (اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور ان سب کو جسے تم عملی جامہ پہناتے ہو۔)

یہ جہان ناپید و معدوم تھا۔اس کی تخلیق سے وجود میں آیا۔اس نے ہر خیر و شر نیک و بد کی ہر تقدیر فرمائی اور وہی ہر نفع و نقصان کا پیدا کرنے والا ہے۔ جیسے کہ فرمایا:

اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْ (اللہ ہر شے کا خالق ہے۔)

سوال نمبر 19:۔احکام شریعت کے اثبات پر دلیل پیش کریں۔

احکام شریعت کے اثبات کی دلیل یہ ہے کہ بندہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہماری جانب معجزات اور خوارق عادات کے ساتھ خدا کے بکثرت رسول مبعوث ہوئے ہیں اور ہمارے رسول احمد مجتبیٰ محمد مصطفی خدا کے برحق رسول ہیں۔آپ کے معجزات بہت ہیں اور آپ نے جو بھی غیب و ظاہر کی باتیں بیان فرمائیں سب حق ہیں۔

1. شریعت اسلامیہ کا پہلا رکن کلام مجید ہے۔اس کے بارے میں حق تعالیٰ فرماتا ہے:

مِنۡهُ اٰيٰتٌ مُّحۡكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الۡكِتٰبِ (اس میں محکم آیتیں ہیں جو کتاب کی اصل ہیں۔)

2. اور دوسرا رکن رسول اللہ کی سنت ہے۔اس بارے میں حق تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡهُ وَمَا نَهٰكُمۡ عَنۡهُ فَانۡتَهُوۡا (یہ رسول جو تمہیں دیں اسے لے لو اور جس سے روکیں باز رہو۔)

3. اور تیسرا رکن اجماع امت ہے۔اس بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

لَا تَجۡتَمِعُ اُمَّتِیۡ عَلَی الضَّلَالَةِ عَلَيۡكُمۡ بِالسَّوَادِ الۡاَعۡظَمِ (میری امت گمراہی پر کبھی جمع نہ ہو گی۔تم بڑی جماعت کے ساتھ رہو۔)

سوال نمبر 20:۔کیا علمِ حقیقت کے احکام یکجا کیے جا سکتے ہیں؟

حقیقت کے احکام بکثرت ہیں اگر ان سب کو کوئی یکجا کر کے لکھنا چاہے تو ناممکن ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے لطائف و اسرار کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

سوال نمبر 21:۔ملحد اور بے دینوں کے نزدیک علم کا حصول کیسا ہے؟نوٹ تحریر کریں۔

یاد رہنا چاہئے کہ ملحد اور بے دینوں کا ایک گروہ سوفسطائی ہے (اللہ کی لعنت ان پر)۔ان کا مذہب یہ ہے کہ کسی قسم کا علم درست نہیں ہے اور علم بجائے خود کوئی شے نہیں ہے۔اس کے جواب میں ہم ان سے دریافت کرتے ہیں کہ بتاؤ کہ تم نے جنا ہے کہ کس چیز درست نہیں ہے یہ بات بھی اپنی جگہ صحیح ہے یا نہیں۔اگر یہ جواب دو کہ یہ بات صحیح ہے تو تم نے خود علم کا اقرار کر لیا اور اگر یہ کہو کہ یہ بھی صحیح نہیں ہے تو جو چیز بجائے خود صحیح و درست نہ ہو سے محاسبہ کرنا محال ہے۔ایسے شخص سے بات کرنا بھی دانائی نہیں ہے۔

بے دینوں کا وہ گروہ جو اس نظریہ پر باتیں کرتا اور خیال رکھتا ہے کہ ہمارا علم کسی چیز میں صحیح نہیں ہے لہذا ہر چیز کے علم کو ترک کرنا اس کے ثابت کرنے سے زیادہ کامل ہے۔تو ان کا یہ نظریہ و خیال ان کی حماقت و جہالت پر مبنی ہے۔اس لئے کہ علم کا ترک کرنا دو باتوں سے خالی نہیں۔یا تو وہ کسی علم سے ہو گا یا وہ جہل و نادانی سے۔اگر کسی علم سے ترک کیا جائے تو علم نہ کسی علم کی نفی کرتا ہے اور نہ ضد و مقابلہ میں آتا ہے لہذا علم کے ذریعہ علم کی نفی و ترک محال ہے لا محالہ کسی علم کا ترک جہل و نادانی ہی سے ہو گا اگر یہ صحیح ہے تو اس سے علم کی نفی سراپا جہل ہے اور اس کا ترک کرنا سراسر حماقت و جہالت ہے۔کیونکہ جہالت قابل مذمت اور قبیح صفت ہے اور یہ کہ جہل قرینہ کفر و باطل ہے۔حق کو جہل سے کوئی علاقہ نہیں ہے۔

ملحدوں کا یہ گروہ جو ضد واصرار میں مبتلا ہے اگر دین کے حسن وجمال کے ذریعہ اپنی آفتوں سے رستگاری پاتا اور عزت ومنزلت کے سایہ میں اپنی زندگی گزارتا اور اہل حق کے ساتھ مکابرہ ومجادلہ سے پیش نہ آتا اور ان کی عزت وکرامت کو پائمال نہ کرتا تو ان کے لیے یہ کتنا اچھا ہوتا۔

سوال نمبر:۔ داتا گنج بخش اور تکبر زدہ عالم کا واقعہ تحریر کریں۔

سیدنا داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک ایسے شخص سے بحث کا اتفاق ہوا۔ جسے لوگ علم سے منسوب کر کے اہل علم خیال کرتے تھے حالانکہ وہ رعونت وتکبر کی کلاہ کا نام علم اور نفسانی پیروی کا نام سنت اور شیطان کی موافقت کا نام ائمہ کی سیرت رکھے ہوئے تھا۔ اثنائے بحث میں اس نے کہا۔ ملحدین کے بارہ گروہ ہیں ان میں سے ایک گروہ صوفیاء کا ہے۔ میں نے جواب میں کہا اگر ایک گروہ اہل تصوف کا ہے تو باقی گیارہ گروہ تم میں سے ہوں گے۔ مگر ایک گروہ خود کو تمہارے گیارہ گروہوں کے مقابلہ میں خوب اچھے طریقہ سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔

سوال نمبر22:۔ اثباتِ علم کے بارے حضرت محمد بن فضل کیا فرماتے ہیں؟

حضرت محمد بن فضل فرماتے ہیں کہ علوم تین طرح کے ہیں:

1. علم من اللہ
2. علم مع اللہ
3. علم باللہ

اسی کو علم معرفت کہتے ہیں کیونکہ تمام انبیاء واولیاء نے اسی سے اللہ تعالی کی معرفت پائی ہے جب تک انہیں اس کی معرفت نہ ہوئی منزل عرفان حاصل نہ ہوئی اس لیے کہ محض کوشش ومحنت کے ذریعے حصول معرفت ذات حق کے عرفان کے لیے منقطع ہے کیونکہ بندے کا علم معرفت ذات حق کی علت نہیں بن سکتا در حقیقت معرفت الہی کی علت اللہ تعالی ہی کی ہدایت اور اس کی عنایت ہے۔

علم من اللہ کا نام شریعت ہے کیونکہ حق تعالی نے ہماری طرف احکام نازل کر کے اس کی ادائیگی کو ہم پر لازم قرار دیا۔

علم مع اللہ کا نام علم مقامات علم طریق حق اور اولیاء کرام کے درجات کا بیان ہے۔ لہذا اس کی معرفت شریعت کی پیروی کے بغیر صحیح نہیں ہوتی اسی طرح شریعت کی پیروی اظہار مقامات کے بغیر درست نہیں ہے۔

سوال نمبر23:۔ اثبات علم کے بارے میں حضرت ابو علی ثقفی کیا فرماتے ہیں؟

حضرت ابو علی ثقفی فرماتے ہیں:

اَلعِلمُ حَیٰوةُ القَلبِ مِنَ الجَھلِ وَنُورُ العَینِ مِنَ الظُّلمَةِ (جہالت اور تاریکی کے مقابلہ میں علم دل کی زندگی اور آنکھوں کا نور ہے)

مطلب یہ کہ جہالت کے خاتمہ سے دل کی حیات اور کفر کی تاریکی دور ہونے سے آنکھ کی روشنی یقینی ہے۔ جس کو معرفت کا علم نہیں اس کا دل جہل سے مردہ ہے اور جس کو شریعت کا علم نہیں اس کا دل نادانی کا مریض ہے۔ پس کافروں کے دل مردہ ہیں کیونکہ وہ خدا کی معرفت سے بے بہرہ ہیں۔ اہل غفلت کا دل بیمار ہے کیونکہ وہ اللہ کے فرمان سے بہت دور ہیں۔

سوال نمبر24:۔ اثبات علم کے بارے حضرت ابو بکر محمد بن عمر الوراق ترمذی کیا فرماتے ہیں؟

حضرت ابو بکر محمد بن عمر الوراق ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

جس نے صرف علم کلام پر اکتفا کیا اور زہد نہ کیا وہ زندیق ہے اور جس نے علم فقہ پر قناعت کی اور تقویٰ اختیار نہ کیا تو وہ فاسق ہے۔

ان کا مفہوم یہ ہے کہ جس نے صرف توحید کی عبارتوں کا ہی علم اختیار کیا اور زہد نہ کیا وہ زندیق بن جاتا ہے اور جس نے بغیر پرہیز گاری کے علم فقہ و شریعت کو پسند کیا وہ فاسق و فاجر بن جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بغیر درستگی معاملہ و مجاہدہ مجرد توحید جبر ہے۔ ایسا موحد قول میں جبری اور فعل میں قدری کہلائے گا جب تک قدر و جبر کے درمیان صحیح راہ اختیار نہ کیا جائے۔

سوال نمبر 25:۔ فسق کے گھڑے میں کون بآسانی گر جاتا ہے؟

علم فقہ یعنی شریعت کی احتیاط کا نام تقوی ہے جو اسے بغیر ورع و تقوی کے پسند کرتا ہے اور رخصت و تاویل اور تعلق و شبہات کے درپہ ہو کر مجتہدین عظام کے مذہب سے نکل جاتا ہے وہ جلد ہی بآسانی فسق کے گھڑے میں گر پڑتا ہے ان باتوں کا ظہور بر بنائے غفلت ہوتا ہے۔

سوال نمبر 26:۔ حضرت یحییٰ بن معاذ رازی نے کن لوگوں کی صحبت سے بچنے کا حکم فرمایا؟

شیخ المشائخ حضرت یحییٰ بن معاذ رازی فرماتے ہیں تین قسم کے لوگوں کی صحبت سے بچو:

1. غافل علماء
2. مداہنت کرنے والے فقراء
3. جاہل صوفیاء

سوال نمبر 27:۔ غافل علماء کون ہیں؟

غافل علماء وہ ہیں جنہوں نے دنیا کو اپنے دل کا قبلہ بنا رکھا ہے اور شریعت میں آسانی کے متلاشی رہتے ہیں بادشاہوں کے آگے پیچھے رہتے ہیں ظالموں کا دامن پکڑتے ہیں ان کے دروازوں کا طواف کرتے ہیں خلق میں عزت کو اپنی محراب گردانتے ہیں اپنے غرور و تکبر اور اپنی خود پسندی پر فریفتہ ہوتے ہیں آئمہ و پیشواؤں کے بارے میں زبان طعن دراز کرتے ہیں بزرگان دین کی تحقیر کرتے ہیں اور ان پر زیادتی کرتے ہیں کینہ و حسد کو انہوں نے اپنا شعار مذہب قرار دے لیا ہے۔

سوال نمبر 28:۔ مداہنت کرنے والے فقراء کون ہیں؟

مداہنت کرنے والے فقراء وہ ہیں جو ہر کام اپنی خواہش کے مطابق کرتے ہیں اگرچہ وہ باطل ہی کیوں نہ ہو وہ اس کی تعریف و مدح کرتے رہیں گے اور جب کوئی کام ان کی خواہش کے خلاف ہوتا ہے چاہے وہ حق ہی کیوں نہ ہو تو وہ اس کی مذمت کرتے ہیں اور مخلوق سے ایسا سلوک کرتے ہیں جس میں جاہ و مرتبہ کی طمع ہوتی ہے اور عمل باطل پر خلق سے مداہنت کرتے ہیں۔

سوال نمبر 29:۔ جاہل صوفیا کون ہیں؟

جاہل صوفیا وہ ہیں جن کا کوئی شیخ و مرشد نہ ہو اور کسی بزرگ سے انہوں نے تعلیم و ادب حاصل نہ کیا ہو مخلوق خدا کے درمیان بن بلائے مہمان کی طرح خود بخود کود کر پہنچ گئے ہوں انہوں نے زمانہ کی ملامت کا مزہ تک نہیں چکھا اندھے پن سے بزرگ کے کپڑے پہن لیے اور بے حرمتی سے خوشی کے راستہ پکڑ کر ان کی صحبت اختیار کر لی غرض کے وہ خود ستائی میں مبتلا ہو کر حق و باطل کی راہ میں قوت امتیازی سے بیگانہ ہے۔

سوال نمبر 30:۔ اثباتِ علم کے بارے حضرت ابو یزید بسطامی کیا فرماتے ہیں؟

حضرت ابو یزید بسطامی فرماتے ہیں:

میں نے 30 سال تک مجاہدہ کیا مگر مجھے علم اور اس کی پیروی سے زیادہ مشکل کوئی اور چیز نظر نہیں آئی۔

ان کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ طبیعت کے نزدیک علم کے مطابق عمل کرنے کے مقابلے میں اگ پر پاؤں رکھنا زیادہ اسان ہے اور جاہل کے دل پر ہزار بار پل صراط سے گزرنا اس سے زیادہ اسان ہے کہ ایک علمی مسئلہ سیکھے فاسق کے لیے جہنم میں خیمہ نصب کرنا اس سے زیادہ محبوب ہے کہ وہ کسی ایک علمی مسئلے پر عمل پیرا ہو۔

سوال نمبر 31:۔ داتا گنج بخش کے نزدیک مشرک کون ہے اور حقیقی عالم کون ہے؟

جو شخص تحصیل علم کی کوشش نہیں کرتا اور اپنے جہل پر مصر رہتا ہے ہمیشہ مشرک رہتا ہے اور جو سیکھتا ہے اور اپنے کمال علم میں اسے یہ معنی ظاہر ہو اور اس کی علیت اسے یہ نصیحت کرے کہ اس کا علم اپنے نتیجہ کار میں بجز عاجزی کے کچھ نہیں۔ اگر اس میں عجز کی خوبی پیدا ہو گئی تو در حقیقت علم کی تہ تک اس کی رسائی ہو سکتی ہے۔ (اور یہی حقیق عالم ہے)۔

باب نمبر 2: فقر و درویشی

سوال نمبر 1:۔ کیا فقراء کو خطرات کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟

جاننا چاہیے کہ راہ حق میں فقر کا عظیم مرتبہ ہے اور فقراء کو بڑے خطرات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ

ترجمہ: ان فقیروں کے لیے جو راہ خدا میں روکے گئے ہیں زمین پر چل نہیں سکتے۔ نادان انہیں بچنے کے سبب تونگر سمجھتے ہیں۔

مزید ایک جگہ پر فرمایا ہے کہ:

ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوكًا لَّا يَقْدِرُ عَلَىٰ شَيْءٍ

اللہ نے ایک کہاوت بیان فرمائی ایک بندہ ہے دوسرے کے ملک (غلامی)، آپ کچھ مقدرت نہیں رکھتا۔

سوال نمبر 2:۔ کیا نبی اکرم ﷺ نے فقر و توکل کو پسند فرمایا؟

نبی اکرم ﷺ نے بھی فقر و توکل کو پسند فرمایا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا ہے کہ:

اے خدا مجھے مسکینی کی زندگی عطا فرما اور مسکینی میں وفات دے اور مسکینوں کے زمرے میں اٹھا۔

سید دو عالم کا ارشاد ہے کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا:

میرے محبوبوں کو میرے قریب لاؤ۔ فرشتے عرض کریں گے کون تیرے محبوب ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا وہ مسکین فقراء ہیں۔

اس قسم کی بکثرت آیات و احادیث ہیں جو حد شہرت کو پہنچی ہوئی ہیں کیونکہ ایک وقت ایسا بھی گزرا ہے کہ خود رسول اللہ فقراء و مہاجرین میں جلوہ افروز تھے۔

سوال نمبر 3:۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کو کن حضرات کے بارے تاکید فرمائی؟

صحابہ کرام کی ایک جماعت ایسی بھی تھی جنہوں نے اللہ کی عبادت اور بندگی اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر رہنے کے لیے سب سے کنارہ کش ہو کر تمام معاملات سے یکسوئی حاصل کر لی اور اپنا رزق اللہ تعالیٰ کی عطا پر چھوڑ کر مسجد نبوی شریف میں اقامت اختیار کر لی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ کو ان صحابہ کے ساتھ صحبت و قیام پر مامور فرمایا جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ

ترجمہ: جو صحابہ صبح و شام اپنے رب کی عبادت کرتے اور اس کی رضا چاہتے ہیں انہیں نہ چھوڑیے۔

نیز فرمایا:

وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

ترجمہ: تمہاری آنکھیں دنیاوی حیات کی زینت کی خاطر انہیں چھوڑ کر کسی اور پر نہ پڑیں۔

اس کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ نام کا یہ معمول رہا کہ ان صحابہ میں سے کسی ایک کو جہاں کہیں بھی دیکھتے تو آپ فرماتے یہ وہ حضرات ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے مجھے تاکید فرمائی ہے۔

سوال نمبر 4:۔ بارگاہ الٰہی میں فقراء کا درجہ بیان کریں۔

بارگاہ الٰہی میں فقراء کا بڑا مقام و درجہ ہے خدا نے ان کو خاص منزلت و مرحمت سے نوازا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو اسباب ظاہری و باطنی سے ترک تعلق کر کے مکمل طور پر مسبب الاسباب پر قناعت کر کے رہ گئے ہیں اور اپنے آپ کو خدا کی ملازمت اور اس کی بندگی کے لیے وقف کر دیا ہے ان کا یہ فخر ان کے لیے موجب فخر بن گیا ہے اور فقر کی دوری پر آہ وزاری اور اس کی آمد پر خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہیں یہ حضرات فکر و مسکینی ہی سے ہمکنار رہتے ہیں اور اس کے سوا ہر چیز کو ذلیل و خوار جانتے ہیں فقر و مسکینی کی نرالی شان ہے اور اس کی رسم عجیب ہے فقیر درویش وہ ہے کہ اس کے پاس کچھ نہ ہو اور کوئی چیز اسے خلل انداز نہ کرے نہ وہ اسباب دنیا کی موجودگی سے غنی ہو اور نہ اس کے نہ ہونے سے محتاج ہو اسباب کا ہونا اور نہ ہونا دونوں اس کے فقر میں یکساں ہیں اسی لیے یہ حضرات رضائے الٰہی کی راہ میں دنیاوی ساز و سامان سے کنارہ کشی کی تعلیم دیتے ہیں۔

سوال نمبر 5:۔ بادشاہ اور درویش کی حکایت بیان کریں۔

کسی بادشاہ سے ایک درویش کی ملاقات ہوئی بادشاہ نے کہا اگر تمہیں کوئی حاجت ہو تو بیان کر واس نے جواب دیا کہ میں اپنے غلاموں کے غلام سے کچھ نہیں مانگتا بادشاہ نے پوچھا یہ کس طرح درویش نے کہا میرے دو غلام ہیں اور یہ دونوں تیرے آقا ہیں ایک حرص اور دوسری امید و تمنا۔

سوال نمبر 6:۔ فقر کے بارے رسول اللہ نے کیا ارشاد فرمایا؟

رسول اللہ نے فرمایا:

اَلْفَقْرُ عِزٌّ لِأَهْلِهِ (فقر اس کے اہل کے لیے موجب عزت ہے۔)

سوال نمبر 7:۔ فقر و غنا میں سے ہر ایک کی فضیلت پر مدلل بحث کریں۔

مشائخ طریقت رحمہم اللہ تعالیٰ کا اس میں اختلاف ہے کہ صفات خلق میں فقر و غنا میں سے کون سی خوبی افضل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت غنی ہے اور تمام صفات میں کامل ہونا اس کا خاصہ ہے چنانچہ متقدمین مشائخ میں سے حضرت یحییٰ بن معاذ رازی، احمد بن ابی الحواری، حارث

المحاسبی، ابوالعباس بن عطاء ابوالحسن بن سمعون کا مذہب اور متاخرین میں سے الشیخ ابوسعید فضل اللہ بن محمد المہینی کا مذہب یہ ہے کہ فقر سے غنا افضل ہے۔ان تمام مشائخ کی دلیل یہ ہے کہ غنا حق تعالیٰ کی صفت ہے اس کے لیے فقر کی نسبت جائز نہیں ہے اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ یہ اشتراک صرف لفظی اور اسی ہے نہ کہ معنوی اور حقیقی۔حالانکہ معنی میں مماثلت واشتراک درکار ہے (اور یہ محال ہے کیونکہ) اللہ تعالیٰ کی صفات قدیم ہیں اور مخلوق کی حادث۔

لہذا یہ استدلال باطل ہے لیکن میں علی بن عثمان جلابی (سیدنا داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ یہ ایک بیکار بحث ہے۔غنی خدا کی صفت ہے اور وہی اس کا سزاوار ہے۔مخلوقات در حقیقت اس نام کی مستحق نہیں ہو سکتی انسان تو محتاج و فقیر پیدا ہی ہوا ہے اس کے لیے فقر کا نام ہی زیب دیتا ہے۔مجازی اعتبار سے خدا کے ماسوی کسی کو غنی کہلایا جائے تو جائز ہے۔اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے غنی ہے وہ مسبب الاسباب ہے۔اس کے غنا کے لیے نہ کوئی سبب ہے اور نہ اس کے لیے کسی سبب کی وضرورت ہے۔بندے کو جو غنا حاصل ہوتا ہے وہ خدا کا عطا کردہ اور اسباب کا رہین منت ہے دونوں میں اشتراک و مماثلت کی یکسانیت باطل ہے۔

سوال نمبر 8:۔اللہ تعالیٰ کے غنا اور مخلوق کے غنا سے کیا مراد ہے؟

حق تعالیٰ کا غنا یہ ہے کہ اسے کسی چیز کی پرواہ نہیں ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے نہ تو کوئی اس کے ارادہ کو روک سکتا ہے اور نہ کوئی اس کی قدرت میں مانع ہے وہ موجودات کو پلٹنے اور مختلف چیزوں کے پیدا کرنے پر قادر ہے وہ ہمیشہ سے اس صفت کا حامل رہا اور ہمیشہ رہے گا اور اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے غنی ہے وہ مسبب الاسباب ہے اس کے غنا کے لیے نہ کوئی سبب ہے اور نہ اس کے لیے کسی سبب کی ضرورت ہے۔

مخلوق کا غنا یہ ہے کہ اس کی زندگی ہر آفت سے محفوظ عیش و آرام اور خوشی و مسرت کے ساتھ گزرے یا مشاہدہ الٰہی میں سرشار ہو کر چین و راحت میں گزرے۔

سوال نمبر 9:۔کیا تونگر کو درویش پر فضیلت حاصل ہے؟

عوام کا ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ ہم تنگر کو درویش پر فضیلت دیتے ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے تونگر کو دونوں جہان میں سعید پیدا کیا ہے اور تونگری کا اس پر احسان کیا ہے ان لوگوں نے اس جگہ غنا سے دنیا کی کثرت انسانی آرزوؤں کا بھر آنا اور بآسانی خواہشوں کا مل جانا مراد لیا ہے۔وہ دلیل میں کہتے ہیں کہ چونکہ خدا نے تونگری پر شکر گزاری اور مفلسی پر صبر و قناعت کا حکم دیا ہے اور یہ کہ ابتلا میں صبر و قناعت کی تلقین کی ہے اور نعمتوں میں شکر کا حکم دیا لہذا مصیبتوں سے نعمت افضل ہے۔

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ نعمت پر شکر گزاری کا حکم دیا حکم دیا اور شکر کو زیادتی نعمت کی علت گردانہ اور صبر کو زیادتی غربت کی علت گردانا ہے چنانچہ ارشاد ہے:

لَئِن شَكَرۡتُمۡ لَأَزِيدَنَّكُمۡ (اگر تم نے شکر کیا تو تم کو اور زیادہ دوں گا۔)

مطلب یہ ہے کہ ہر وہ نعمت جس کی اصل غفلت ہے جب شکر بجالاتا ہے تو ہم غفلت کو اس کی غفلت پر اور زیادہ کر دیتے ہیں اور ہر وہ فقر جس کی اصل ابتلا ہے۔جب صبر کرتا ہے تو ہم قربت کو اس کی قربت پر اور زیادہ کر دیتے ہیں۔

سوال نمبر 10:۔اہل طریقت کے نزدیک گنا کا مطلب کیا ہے؟

مشائخ طریقت جس غنا کو فقر پر افضل کہتے ہیں اس سے عوام کی تونگری مراد نہیں کیونکہ عوام تو اسے غنی و تونگر کہتے ہیں جسے دنیاوی نعمتیں حاصل ہوں لیکن مشائخ کا غنا سے مراد منعم یعنی نعمت دینے والے خدائے قدوس کو پانا ہے وصال الٰہی حاصل ہونا اور چیز ہے اور غفلت کا پانا اور چیز ہے۔ شیخ ابو سعید بن ابوالخیر فرماتے ہیں کہ :

فقیر وہی ہے جو اللہ کے ساتھ غنی ہو اس سے مراد ابدی کشف ہے جسے ہم مشاہدہ کہتے ہیں مکاشفہ ممکن الحجاب ہے اگر ایسے مکاشفہ والے کو محبوب گردانے تو مشاہدات کا محتاج ہو گا یا نہیں اگر یہ کہو کہ محتاج نہ ہو گا تو یہ محال ہے اور اگر کہو کہ محتاج ہو گا تو جب احتیاط پیدا ہو گیا تو ہنا کا نام جاتا رہے گا۔

سوال نمبر 11:۔ غنا باللہ کس شخص کو نصیب ہوتا ہے؟

غنا باللہ اس شخص کو ہوتا ہے جو قائم وصفات اور ثابت المراد ہو اور بشریت میں اقامت مراد اور اس بات صفات کے ساتھ غنا صحیح نہیں ہو سکتا اس لیے کہ ذات بشریت بجائے خود گناہ کے لائق نہیں ہے لہذا:

الْغَنِيُّ مَنْ أَغْنَاهُ اللهُ

(غنی وہ ہے جسے اللہ غنی کرے) میں غنی باللہ فاعل ہے اور اغنا اللہ مفعول ہے۔ کیونکہ فاعل از خود قائم ہوتا ہے اور مفعول کا قیام فاعل کے ذریعہ۔ نتیجہ برآمد ہوا کہ اقامت بخود، صفت بشریت ہے اور اقامت باللہ فنائے صفت ہے۔

سوال نمبر 12:۔ فقر و غنا کی افضیلت پر جنید بغدادی اور ابن عطا کا واقعہ تحریر کریں۔

ایک روز حضرت جنید بغدادی و ابن عطار حمہا اللہ کے درمیان اس مسئلہ میں بحث ہوئی۔ حضرت ابن عطا نے فرمایا کہ اغنیاء افضل ہیں کیونکہ روز قیامت نعمتوں کا حساب لیا جائے گا اور حساب دینے کے لیے بے واسطہ رب کے کلام کا سننا ہو گا چونکہ یہ محل عتاب ہے اور عتاب، دوست کا دوست کے ساتھ ہوتا ہے۔ حضرت جنید! بغدادی نے جواب دیا کہ اگر اغنیاء سے حساب ہو گا تو فقراء اور درویشوں سے عذر خواہی ہو گی اور حساب سے عذر افضل ہے۔

سوال نمبر 13:۔ عذر خواہی اور اعتاب میں کیا فرق ہے؟

عذر خواہی کسی ایسی کوتاہی پر ہوتی ہے جو دوست کے بارے میں اس کے فرمان کے خلاف کیا گیا ہو جب دوست اپنے حق کو اس سے طلب کرتا ہے تو یہ اس سے عذر خواہی کرتا ہے اور عتاب دوست کے فرمان میں کسی قصور کے سبب ہوتا ہے ایسی صورت میں دوست اس قصور کے سبب اس پر عتاب نازل کرتا ہے۔

سوال نمبر 14:۔ دوستی کا اقتضاء کیا ہے؟

دوستی کا اقتضاء یہ ہے کہ دوست اپنے دوست سے کسی چیز کا مطالبہ نہ کرے اور نہ دوست دوست کے فرمان کو رائیگاں کرے۔

سوال نمبر 15:۔ کیا فقرِ ایوب، غناءِ سلیمان کی مانند ہے؟

علم حقیقت میں حضرت ایوب علیہ السلام کا فقر حضرت سلیمان علیہ السلام کے غنا کی مانند ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی پختگی صبر پر فرمایا ہے:

نِعۡمَ الۡعَبۡدُ (کیا ہی اچھا بندہ ہے)

اور حضرت سلیمان علیہ السلام سے ان کی حکومت کے وقت فرمایا:

نِعۡمَ الۡعَبۡدُ (کیا ہی اچھا بندہ ہے)

جب اللہ کی رضا حاصل ہو گئی تو اب فقر ایوب، غناء، سلیمان علیہ السلام کے مانند بن گیا۔

سوال نمبر16:۔ فقر و غنا سے کیا مراد ہے؟ نیز فقر و غنا میں سے کس کو اختیار کرنا چاہیے؟

ماسوی اللہ سے دل کو فارغ رکھنے کا نام فقر ہے اور غیر میں مشغول رہنے کا نام غنا ہے۔

مصنف فرماتے ہیں کہ استاد ابو القاسم قشیری رحمتہ اللہ علیہ سے میں نے سنا وہ فرماتے ہیں کہ لوگ فقر و غنا میں بحث کرتے ہیں اور خود کو مختار خیال کرتے ہیں لیکن میرا طریق و مسلک یہ ہے کہ جو حق تعالیٰ میرے لیے اختیار فرمائے اور اس کی میں حفاظت کرتا ہوں اگر وہ مجھے تونگر رکھے تو غافل نہیں ہوتا اگر وہ مفلس فقیر بنائے تو حریص و معترض نہیں ہوتا۔

خلاصہ یہ کہ غنا نعمت ہے لیکن اس میں غفلت برتنا آفت ہے اور فقر بھی نعمت ہے لیکن میں حرص و طمع کا داخل کرنا آفت ہے۔ معانی کے اعتبار سے تمام اعتبارات عمدہ ہیں لیکن سلوک و روش کے لحاظ سے معاملہ مختلف ہے۔ جب دل فارغ ہو تو اس وقت فقر غنا سے افضل ہے اور غنا فقر سے۔ ساز و سامان کی کثرت کا نام غنا نہیں ہے اور نہ اس کے نہ ہونے کا نام فقر ہے ساز و سامان تو خدا کی طرف سے ہے جب طالب ساز و سامان کی ملکیت سے جدا ہو گیا شرکت جاتی رہی اور وہ دونوں ناموں سے فارغ ہو گیا نہ اب فقر ہے نہ غنا۔

سوال نمبر17:۔ فقر و غنا کی بابت مشائخ متاخرین کے ایک بزرگ کیا فرماتے ہیں؟

مشائخ متاخرین میں سے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ:

فقیر وہ نہیں جو ساز و سامان سے خالی ہو بلکہ فقیر وہ ہے جس کا دل آرزو و تمنا سے خالی ہو۔

اگر اللہ اسے مال و دولت دے تو اگر وہ مال کی حفاظت کی خواہش رکھے تو غنی کہلائے گا اور اگر مال کو ترک کرنے کی خواہش کرے تو بھی غنی کہلائے گا اس لیے کہ یہ دونوں حالتیں ملک غیر میں تصرف کرنے کے برابر ہیں حالانکہ ترک حفظ و تصرف کا نام فقر ہے۔

سوال نمبر18:۔ فقر و غنا کی بابت حضرت یحیی بن معاذ رازیؒ کیا فرماتے ہیں؟

حضرت یحیی بن معاذ رازی فرماتے ہیں کہ:

فقر کی علامت فقر سے ڈرنا ہے۔

مطلب یہ کہ صحت فخر کی علامت یہ ہے کہ بندہ کمالی ولایت قیام مشاہدہ اور فنائے صفت میں زوال اور قطع سے ڈرتا ہے اس حال کا کمال اس حد تک پہنچ جائے کہ وہ قطع سے بھی ڈرے۔

سوال نمبر19:۔ فقر و غنا کی بابت حضرت رویمؒ کیا فرماتے ہیں؟

حضرت رویمؒ فرماتے ہیں کہ:

فقیر کی تعریف یہ ہے کہ وہ اپنی اصرار کی حفاظت کرے اور اپنے نفس کو بچائے اور اس کے فریضہ کو ادا کرے۔

مطلب یہ کہ فقیر اپنے اسرار باطنی کو اغراض دنیاوی سے بچائے اور اپنے نفس کو حرص و تمنا میں آفت سے محفوظ رکھے اور اس پر شریعت کے احکام و فرائض کو جاری کرے۔ غرض کے جو کچھ اسرار پر گزرے اسے اظہار میں مشغول نہ کرے اور جو اظہار پر حالت ہو اسے اسرار میں مشغول نہ کرے۔

سوال نمبر 20:۔ فقر و غنا کی بابت حضرت بشر حافیؒ کیا فرماتے ہیں؟

حضرت بشر حافیؒ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

أَفْضَلُ الْمَقَامَاتِ اعْتِقَادُ الصَّبْرِ عَلَى الْفَقْرِ (سب سے افضل مقام یہ ہے کہ فقر پر صبر کو مضبوطی سے تھامے۔)

فقر پر صبر و اعتقاد رکھنا بندے کے مقامات میں سب سے افضل مقام ہے اور فقر فنائے مقامات کا نام ہے فقر پر صبر و اعتقاد کرنے کی علامت یہ ہے کہ درویش اعمال و افعال اور اوصاف کے فنا کے رخ کو ملحوظ رکھے۔ لیکن اس قول میں ظاہر معنی غنا پر فقر کی فضیلت و اعتقاد رکھنے میں ہے کہ کسی حال میں راہِ فقر سے مونھ نہ موڑے۔

سوال نمبر 21:۔ فقر و غنا کی بابت حضرت شبلیؒ کیا فرماتے ہیں؟

حضرت شبلی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

فقیر وہ ہے جو اللہ کی سوا کسی چیز میں راحت نہ پائے۔

اس لئے درویش خدا کے سوا کسی سے کوئی واسطہ و علاقہ نہیں رکھتا۔ اس قول کا ظاہر مفہوم یہ ہے کہ درویش حق تعالیٰ کے سوا غنا و تونگری پائے گا ہی نہیں جب اسے پالے گا تو تونگر ہو جائے گا اور جب تونگری ترک غیر کے بغیر حاصل ہونا ممکن نہیں تو تونگری حجاب بن گئی جب تم اس راہ پر گامزن ہو گئے تو تونگر کیسے رہو گے۔

ایک مقام پر حضرت شبلی فرماتے ہیں کہ:

اَلْفَقْرُ بَحْرُ الْبَلَاءِ وَبَلَاؤُهُ كُلُّهُ عِزٌّ (فقر ابتلاء کا سمندر ہے اور اس کی تمام بلائیں عزت ہیں۔)

سوال نمبر 22:۔ فقر و غنا کی بابت حضرت ابوالحسن نوریؒ کیا فرماتے ہیں؟

حضرت ابوالحسن نوری فرماتے ہیں کہ:

فقیر کی تعریف یہ ہے کہ نہ ہونے کے وقت خاموش رہے اور جب ہو تو سب کچھ خرچ کر دے اور یہ بھی فرمایا کہ موجودگی کے وقت مضطرب رہے۔

مطلب یہ ہے کہ جب مال نہیں ہوتا تو وہ خوش رہتا ہے اور جب مال ہوتا ہے تو وہ اپنے سے زیادہ دوسرے کو بہتر جان کر اس پر خرچ کرتا ہے لہذا وہ شخص جو ایک لقمہ کی حاجت رکھتا ہے جب اس کی حاجت پوری نہ ہو تو اس کا دل ساکن رہتا ہے اور جب وہ لقمہ مل جاتا ہے تو اپنے مقابلے میں دوسرے کو بہتر جان کر اسے دے دیتا ہے یہ عظیم کارنامہ ہے۔

سوال نمبر 23:۔ فقر و غنا کی بابت حضرت جنید بغدادیؒ کیا فرماتے ہیں؟

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

اے گروہ فقراء! تم لوگوں میں اللہ والوں کی حیثیت سے جانے جاتے ہو اور اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھنے کی وجہ سے ہی تمہاری تعظیم کی جاتی ہے جب تم اللہ تعالی کے ساتھ تنہائی میں ہو تو اپنا جائزہ لیا کرو کہ فی الواقع تعلق کا کیا حال ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جب خلق خدا تم کو درویش کہہ کر پکارے اور وہ تمہارا حق ادا کرے تو تم اپنی درویشی کے حق کا جائزہ لیا کرو کہ یہ حق کس طرح ادا ہو رہا ہے اور اگر خلق خدا تم کو تمہارے دعوے کے خلاف کسی اور نام سے پکارے تو ان کی یہ باتیں پسند نہ کرو تم بھی اپنے دعوے کے ساتھ انصاف وراستی سے کام لو کیونکہ لوگوں میں وہ شخص انتہائی پست اور ذلیل ہے کہ لوگ اسے درویش جانیں اور وہ خود ایسا نہ ہو! وہ شخص بہت اچھا ہے جسے لوگ درویش نہ کہیں لیکن وہ درویش ہو۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی دعوی کرے کہ میں طبیب ہوں اور وہ بیماروں کا علاج کرنے لگے حالانکہ وہ علم طب میں کچھ ادراک نہ رکھتا ہو لوگوں کو اور زیادہ بیمار کردے جب خود بیمار ہو تو اپنا علاج کرنے سے عاجز رہے اور دوسرے طبیب کو اپنے علاج کے لیے تلاش کرے۔

سوال نمبر 24:۔ فقر و غنا کی بابت بعض مشائخ متاخرین کیا فرماتے ہیں؟

بعض مشائخ متاخرین فرماتے ہیں کہ :

اَلْفَقْرُ عَدَمٌ بِلَا وُجُودٍ (بغیر وجود کے عدم کا نام فقر ہے۔)

اس قول کی عبارت ناتمام و ناقص ہے اس کا مفہوم لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ کوئی شے معدوم نہیں ہوتی۔ اور شے کے وجود کے بغیر بیان نہیں کیا جاسکتا اس عبارت سے مطلب یہ نکلتا ہے کہ فقر کوئی چیز نہیں ہے اور یہ کہ مذکورہ اقوال مشائخ اور تمام اولیاء اللہ کا اجماع واتفاق بے اصل ہے کیونکہ وہ خود اپنی ذات میں فانی و معدوم ہیں اور اس عبارت سے عین کا عدم مراد نہیں بلکہ عین عدم آفت مراد ہے۔

سوال نمبر 25:۔ فقر و غنا کی بابت مصنف (داتا علی ہجویری) کیا فرماتے ہیں؟

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

میں نے متکلمین کی ایک جماعت کو دیکھا جنہیں فقر کی حقیقت کی خبر نہ تھی، اور وہ اس عبارت پر ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ یہ کیسی نامعقول بات ہے اور میں نے مدعیان کاذب کی ایک جماعت دیکھی جو اس نامعقول بات کو تسلیم کرتے اور اس پر اعتقاد واعتماد کرتے تھے اور اصل قصہ کا انہیں علم ہی نہ تھا وہ برملا کہتے تھے کہ :

اَلْفَقْرُ عَدَمٌ بِلَا وُجُودٍ (بغیر وجود کے عدم کا نام فقر ہے۔)

حالانکہ یہ دونوں برغلطی پر ہیں ایک بربنائے عدم علم، حق کا منکر ہوا اور دوسرے نے جہل و نادانی کو اپنا لیا اور ظاہری الفاظ میں الجھ کر رہ گیا۔

مشائخ طریقت کی عبارتوں میں عدم و فنا کا مطلب مذموم حرکات اور ناپسندیدہ صفات سے دور رہ کر پسندیدہ اور محمودہ صفات کی جستجو کرنا ہے آلات طلب و جستجو میں معدوم و ناپید ہونا مراد نہیں ہے۔

حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

میں نے زبان دراز مدعیان (کاذب) کے ایک گروہ کو دیکھا جو قفس فقر میں نفی وجود کے قضیہ کے ادراک سے ان کے کمال کی نفی کا اظہار کر رہا تھا یہ بات بذات خود سخت عزیز ہے اور میں نے دیکھا کہ وہ لوگ حقیقت فقر سے نفی کرنے سے مراد عین فقر میں نفی صفت ظاہر کر رہے تھے اور دیکھا کہ طلب حق و حقیقت کی نفی کو فقر و صفت کہہ رہے تھے اور دیکھا کہ اپنی ہوا و ہوس کو ثابت و برقرار رکھ کر نفی کل ظاہر کر رہے تھے اور وہ لوگ حجت فقر کے ہر درجہ میں پسماندہ تھے۔

باب نمبر 15: معرفتِ الٰہی

سوال نمبر 1:۔ معرفت الٰہی کے بارے اللہ تعالیٰ نے کیا ارشاد فرمایا؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ (انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہ جانی جیسا کہ اس کی قدر کا حق ہے۔)

سوال نمبر 2:۔ معرفت الٰہی کے بارے رسول اللہ ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا؟

رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ:

لَوْ عَرَفْتُمُ اللّٰهَ حَقَّ مَعْرِفَتِهِ لَمَشَيْتُمْ عَلَى الْبُحُورِ وَلَزَالَتْ بِدُعَائِكُمُ الْجِبَالُ

ترجمہ: اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت کماحقہ حاصل ہوتی تو تم دریاؤں پر خشک قدم چلتے اور تمہاری دعاؤں سے پہاڑ اپنی جگہ سے مل جاتے۔

سوال نمبر 3:۔ معرفت الٰہی کی کتنی اقسام ہیں؟

معرفت الٰہی کی دو قسمیں ہیں:

1. (معرفتِ) علمی (معرفت علمی تو دنیا و آخرت کی تمام نیکیوں کی جڑ ہے جو بندے کے لیے ہر حالت میں تمام چیزوں سے زیادہ بہتر ہے۔)
2. (معرفتِ) حالی

سوال نمبر 4:۔ معرفت علمی پر قرآنی دلائل تحریر کریں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ

ترجمہ: ہم نے جن و انس کو اپنی معرفت ہی کے لئے پیدا کیا ہے مگر اکثر لوگ اس سے ناواقف اور روگرداں ہیں۔

لیکن وہ حضرات جن کو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ فرما کر دنیاوی تاریکیوں سے محفوظ رکھا اور ان کے دلوں کو زندہ و تابندہ بنایا ان میں سے ایک حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے حال کی خبر دیتے ہوئے حق تعالیٰ نے فرمایا:

وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ (اور ہم نے ان کے لئے نور مقرر کیا جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتے ہیں یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔)

سوال نمبر 5:۔ معرفت الٰہی کی حقیقت کیا ہے؟

معرفت کی حقیقت یہ ہے کہ دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ زندہ ہو اور اس کا باطن ماسوی اللہ سے خالی ہو اور ہر ایک کی قدر و منزلت معرفت سے ہے اور جسے معرفت نہیں وہ بے قیمت ہے اسی لئے تمام علماء و فقہا، علم کی صحت اور درستگی کو معرفت الٰہی کے ساتھ موسوم کرتے ہیں اور تمام مشائخ

طریقت، حال کی صحت اور اس کی درستگی کو معرفت الٰہی سے تعبیر کرتے ہیں اسی بنا پر وہ معرفت کو علم سے افضل کہتے ہیں کیونکہ صحت حال، صحت علم کے بغیر ممکن نہیں اور صحت علم کے لئے صحت حال لازمی ہے۔

سوال نمبر 6:۔ معرفتِ الٰہی پر نظریاتی اختلاف بیان کریں۔

معرفتِ الٰہی کے بارے بیان کی گئی آراء مختلف ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

1. **معتزلہ کہتے ہیں کہ:** خدا کی معرفت عقلی ہے عاقل کے سوا اس کی معرفت جائز نہیں یہ قول باطل ہے اس لئے کہ وہ دیوانے جو دار الاسلام میں ہوں ان کے لئے حکمی معرفت ہے اسی طرح وہ بچے جو عاقل نہیں ان کے لئے حکمی ایمان ہے۔ اگر حکم معرفت میں عقل شرط تو نہ ہوتی تو جنہیں عقل نہیں وہ معرفت کے حکم میں نہ ہوتے۔
2. **ایک گروہ کہتا ہے کہ:** حق تعالیٰ کی معرفت کی علت استدلال ہے اور جس میں استدلال کی استعداد نہ ہو اس کے لئے یہ جائز نہیں یہ قول بھی ابلیس کی مثال سے باطل ٹھہرتا ہے اس لئے کہ، ابلیس نے بکثرت نشانیاں اور آیات الٰہیہ دیکھیں مثلاً جنت، دوزخ، عرش و کرسی، وغیرہ لیکن اس کے لئے ان کی دید بھی معرفت کی علت نہ بنی۔
3. **اہل سنت وجماعت کے نزدیک:** صحت عقل اور رویت آیات الٰہیہ معرفت کا سبب ہے نہ کہ اس کی علت، اور یہ یاد رکھنا چاہئے کہ معرفت کی علت، بجز عنایت الٰہی اور اس کی مشیت کے کچھ نہیں ہے کیونکہ بغیر عنایت الٰہی عقل اندھی ہوتی ہے کیونکہ عقل بجائے خود جاہل ہے۔
4. **ایک گروہ کہتا ہے کہ:** معرفت الٰہی الہامی ہے حالانکہ یہ بھی محال ہے اس لئے کہ معرفت کے لئے صادق و کاذب ہر طرح کی دلیلیں ہو سکتی ہیں اور الہام والوں کے لئے خطا و صواب پر محتمل دلیل نہیں ہوتی اس لئے کہ ایک کہے گا مجھے الہام ہوا ہے کہ خدا مکان میں ہے اور دوسرا کہے گا کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ اس کے لئے مکاں نہیں ہے۔
5. **ایک گروہ کہتا ہے کہ:** معرفت حق ضروری یعنی بدیہی ہے حالانکہ یہ قول بھی باطل ہے اس لئے کہ بندے کے لئے ہر وہ چیز جس کا اسے علم ہو اگر بدیہی ہو تو ضروری ہے کہ اس میں تمام عقلاء مشترک ومتحد ہوں۔

سوال نمبر 7:۔ حضرت علیؑ نے معرفت کے بارے کیا فرمایا؟

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے جس وقت معرفت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ؓ نے فرمایا:

عرفت اللہ بِاللہِ وَعَرَفْتُ مَا دُوْنِ اللہِ بِنُوْرِ اللہ (میں نے خدا کو اس کی مدد سے پہچانا اور ماسوی اللہ کو اسی کے نور سے جانا۔)

سوال نمبر 8:۔ دل کی تزئین کی نسبت کس کی طرف ہے؟

دل کی تزئین اور محبت جاگزیں کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف فرمائی ہے تقوی اور خدا کی محبت میں قائم رہنا جو کہ عین معرفت ہے اسی (اللہ تعالیٰ) کی جانب سے ہے۔

سوال نمبر 9:۔ کیا جو شریعت کے مخالف ہو وہ الہام ہوتا ہے؟

اگر کوئی یہ کہے کہ جو کچھ شریعت کے خلاف ہو وہ الہام نہیں ہوتا تو ہم جواب دیں گے کہ تم تو اپنے اصل و قاعدے میں غلطی پر ہو اس لئے کہ شریعت کو اپنے الہام پر قیاس کرتے ہوئے کہتے ہو کہ شریعت سے ہمارا الہام ثابت ہے حالانکہ معرفت الٰہی شرعی، ثبوتی اور ہدایتی ہوتی ہے نہ کہ الہامی اور معرفت میں الہام کا حکم ہمہ وجوہ باطل ہے۔

سوال نمبر10:۔ حضرت ابو علی دقاقؒ نے معرفت کی ابتداء وانتہاء کے بارے کیا فرمایا؟

حضرت ابو علی دقاق شیخ ابو سہل صعلوکیؒ اور ان کے والد جو نیشاپور کے امام و رئیس تھے ان کا نظریہ ہے کہ معرفت کی ابتدا استدلال سے ہے اور اس کی انتہا ضرورت و بداہت ہے۔

سوال نمبر11:۔ کیا معرفت الٰہی میں تقلید جائز ہے؟

معرفت الٰہی میں تقلید جائز نہیں ہے حق تعالیٰ کو صفات کمالیہ کے ساتھ پہچاننا لازم ہے اور یہ بات بجز حسن رعایت اور خالص عنایت ربانی کے صحیح نہیں ہو سکتی۔ تمام عقلی دلائل حق تعالیٰ کی ملک اور اس کے قبضہ اختیار میں ہیں وہ اگر چاہے تو اپنے کسی ایک فعل کو اس کے لئے دلیل بنادے اور اسی کے ذریعہ اپنی راہ دکھادے اور اگر وہ چاہے تو اپنے تمام افعال کو اس کے لئے حجاب بنادے اور وہ خدا تک رسائی سے محروم رہ جائے۔

سوال نمبر12:۔ کیا دلیل خدا کی معرفت کی علت بن سکتی ہے؟

دلیل خدا کی معرفت کا سبب تو ہو سکتی ہے مگر خدا کی معرفت کی علت نہیں بن سکتی۔

سوال نمبر13:۔ کیا عارف کے لیے سبب کا اثبات کفر ہے؟

جی ہاں! عارف کے لئے سبب کا اثبات کفر ہے اور غیر کی طرف توجہ شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بارے ارشاد فرمایا ہے کہ:

من يُضْلِلِ اللهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ (جسے خدا دلیل سے اندھا بنائے اسے کون راہ ہدایت دکھا سکتا ہے۔)

سوال نمبر14:۔ معرفت کے مدعی بننے کے بارے حضرت ذوالنون مصریؒ نے کیا فرمایا؟

معرفت کے مدعی بننے کے بارے حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

ایاك ان لا تكون بالمعرفته مدعیا (اے عزیز تم اس سے بچو کہ تم (بغیر تحقیق) معرفت کے مدعی بنو۔)

سوال نمبر15:۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے معرفت (الٰہی) کے بارے کیا فرمایا؟

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ:

المعرفة ان لا تتعجب من شیء (معرفت یہ ہے کہ تم کسی چیز سے متعجب نہ ہو۔)

سوال نمبر16:۔ حضرت ذوالنون مصریؒ نے معرفت کے بارے کیا فرمایا؟

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

حقیقته المعرفته اطلاع الحق علی الاسرار بمواصلة لطائف الانوار

ترجمہ: معرفت کی حقیقت حق تعالیٰ کا اسرار پر مطلع کرنا اور اپنی معرفت کے انوار سے سرفراز فرمانا ہے۔

سوال نمبر17:۔ حضرت شبلیؒ نے معرفت کے بارے کیا فرمایا؟

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

المعرفته دوام الحیرۃ (حیرت دوام ہی تو معرفت ہے۔)

ایک جگہ پر حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

حقیقة المعرفة العجز عن المعرفة (یعنی معرفت کی حقیقت یہ ہے کہ معرفت الٰہی سے عاجز رہے۔)

سوال نمبر18 :۔ حیرت کی کتنی قسمیں ہیں؟

حیرت دو قسم کی ہوتی ہے :

1. ہستی و وجود میں حیرت
2. کیفیت میں حیرت

ہستی میں حیرت تو شرک ہے اور کیفیت میں حیرت معرفت ہے اس لئے کہ عارف کو اس کی ہستی وجود میں شک کی کوئی گنجائش اور اس کی کیفیت میں عقل کو کوئی دخل نہیں اس جگہ اسے وجود باری تعالی میں یقین، اور کیفیت میں حیرت حاصل ہو جاتی ہے اس بنا پر کسی نے کہا ہے کہ :

یادلیل المتحیرین زدنی تحیرا (اے حیرت زدوں کے رہنما! میری حیرت کو اور زیادہ کر۔)

اس قول کا مطلب یہ ہے کہ قائل (کہنے والے) نے پہلے تو حق تعالی کے وجود کی معرفت اور اس کے اوصاف کا کمال ثابت کیا اور اقرار کیا کہ وہی مقصود خلق اور ان کی دعاؤں کا قبول کرنے والا ہے اور حیرت زدوں کی حیرت اس کے سوا نہیں ہے۔ اس کے بعد قائل نے زیادتی حیرت کی استدعا کی اور اعتراف کیا کہ مطلوب کی معرفت میں عقل کا کوئی دخل نہیں وہاں حیرت و سرگردانی کے سوا اس کے لئے کوئی حصہ نہیں۔

سوال نمبر19 :۔ حضرت بایزید بسطامیؒ نے معرفت کے بارے کیا فرمایا؟

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

المعرفة ان تعرف ان حرکات الخلق وسکناتهم بالله

ترجمہ : معرفت یہ ہے کہ تم جان لو کہ خلق کی تمام حرکت و سکون حق تعالی سے ہے۔

سوال نمبر20 :۔ حضرت محمد بن واسعؒ نے معرفت کے بارے کیا فرماتے ہیں؟

حضرت محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ عارف کی صفت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ :

من عرف الله قل کلامه ودام تحیره

ترجمہ : جسے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو گئی وہ بات کم کرے گا اور اس کی حیرت دائمی ہو گی۔

سوال نمبر21 :۔ حضرت ابو حفص حدادؒ نے معرفت کے بارے کیا فرمایا؟

حضرت ابو حفص حداد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

منذ عرفت الله ما دخل فی قلبی حق ولا باطل

ترجمہ : مجھے جب سے عرفان حق ہوا ہے اس وقت سے میرے دل میں کسی حق و باطل کا خطرہ نہیں آیا۔

سوال نمبر 22:۔ حضرت ابو بکر واسطیؒ نے معرفت کے بارے کیا فرمایا؟

حضرت ابو بکر واسطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

من عرف اللہ انقطع عن الکل بل خرس و انقمع

ترجمہ: جس نے اللہ کو پہچان لیا وہ ہر ایک سے نہ صرف جدا ہو گیا بلا گونگا اور دل بر داشتہ بھی ہو گیا۔

باب نمبر 16: توحید کا بیان

سوال نمبر 1:۔ توحید کے بارے اللہ تعالیٰ نے کیا ارشاد فرمایا؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

وَالٰـهُكُمُ اللّٰهُ وَاحِدٌ (تمہارا معبود ایک ہی ہے۔)

نیز فرمایا:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ (تم فرما دو کہ اللہ اکیلا ہے۔)

نیز فرمایا:

لَا تَتَّخِذُوا اِلٰـهَيْنِ اثْنَيْنِ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (تم دو معبود نہ بناؤ بلاشبہ معبود ایک ہی ہے۔)

سوال نمبر 2:۔ توحید کی بابت رسول اللہ ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا؟

حضور نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ:

تم سے پہلے ایک شخص گزرا ہے جس کی کوئی نیکی توحید کے سوا نہ تھی اس نے اپنے گھر والوں سے کہا جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا پھر خاکستر کو خوب باریک کر کے تیز ہوا کے دن آدھا خشکی میں اور آدھا دریا میں بہا دینا۔ گھر والوں نے ایسا ہی کیا اللہ تعالیٰ نے ہوا اور پانی سے فرمایا جو تم نے پھیلایا ہے انسب کو اکٹھا کرو اور میرے حضور لاؤ۔ جب خدا کے حضور وہ پیش ہوا تو حق تعالیٰ نے اس سے فرمایا تجھے کس چیز نے اپنے ساتھ ایسا سلوک کرنے پر آمادہ کیا اس نے عرض کیا خدایا مجھے تیری حیا دامن گیر تھی اس لیے میں نے اپنی جان پر ایسا ظلم کیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔

سوال نمبر 3:۔ توحید کی حقیقت کیا ہے؟

توحید کی حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ صحیح علم رکھے چونکہ اللہ تعالیٰ ایک ہے وہ بے مثل، اپنی ذات وصفات میں بے نظیر اور اپنے افعال میں لا شریک ہے توحید کے ماننے والے مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کو ان ہی خوبیوں کے ساتھ جانا ہے اور اس جاننے کو توحید کی یکتائی کہا ہے۔

سوال نمبر 4:۔ صوفیاء کے نزدیک توحید کی کتنی اقسام ہیں؟

صوفیاء کے نزدیک توحید کی تین قسمیں ہیں:

1. ایک حق تعالیٰ کی توحید اسی کے لئے یعنی خود حق تعالیٰ کا علم ہے کہ وہ اکیلا ہے۔
2. دوسری حق تعالیٰ کی توحید، مخلوق کے لئے یعنی خدا کا حکم کہ بندے توحید تسلیم کریں اور اس نے بندوں کے دل میں توحید پیدا فرمائی۔

3. تیسری مخلوق کی توحید خدا کے لئے یعنی مخلوق کا جاننا کہ اللہ ایک ہے۔

لہذا بندہ جب حق کے ساتھ عارف ہوتا ہے تو وہ اس کی وحدانیت کی حقیقت معلوم کر سکتا ہے۔

سوال نمبر 5:۔ اثباتِ توحید پر تبصرہ پیش کریں۔

واضح رہنا چاہیے کہ اللہ تعالی ایک ہے وہ نہ وصل کو قبول کرتا ہے نہ فصل کو نہ اس پر دوئی جائز ہے اور نہ اس کی وحدانیت عددی ہے جو کسی عدد کے ثابت ہو جانے پر دو ہو جائیں اور اس کی وحدانیت عدد بن جائے اور نہ وہ محدود ہے کہ اس کے لیے جہات اور سمتوں کا تحقق ہو اور نہ اس کے لیے مکان ہے اور نہ وہ کسی مکان میں ہے۔

نہ وہ عرضی ہے کہ وہ کسی جوہر کا محتاج ہوتا اور نہ وہ طبعی ہے کہ وہ مبدا حرکت وسکون ہو نہ وہ روح ہے کہ کسی جسم کا محتاج ہو اور نہ وہ جسمی ہے کہ اس کے اجزاء مرکب ہوں اور نہ وہ چیزوں میں قوت وحال ہے کہ چیزوں کی ہم جنس ہو نہ کوئی چیز اس کے ساتھ پیوست وپیوند ہے کہ وہ چیز اس کا جزو ہو اس کی ذات وصفات ہر عیب ونقص سے پاک ہے نہ وہ کسی کے مانند ہیں کہ اپنے مانند کے ساتھ دو ہو جائے اور نہ کوئی اولاد ہے کہ جس کی مثل اصل کی اقتضاء کرے۔

وہ ان صفات کمالیہ سے متصف ہے جن کا اثبات تمام اہل توحید مسلمان بحکم بصیرت کرتے ہیں کیونکہ خدا نے ان سے اپنی صفات خود بیان فرمائی ہیں اور وہ ان صفات سے پاک ہے جن کو ملحدین اپنی خواہش سے متصف قرار دیتے ہیں کیونکہ خدا نے ان سے اپنی صفات خود بیان نہیں کیں۔ اللہ تعالی کی صفات میں سے حیی، علیم، رؤف، رحیم، مرید، قدیر، سمیع بصیر، متکلم اور باقی ہے۔ اس کا علم اس کا حال نہیں ہے اور اس کی قدرت، اس میں سختی نہیں ہے اس کی شنوائی وبصارت میں تجدد یعنی بار بار پیدائش نہیں ہے اور اس کا کلام ایسا ہے جس میں نہ بعضیت ہے نہ تجدید۔ وہ ہمیشہ اپنی صفات کے ساتھ قدیم ہے اور تمام معلومات اس کے علم سے باہر نہیں اور کسی موجود کو اس کے ارادہ سے مفر کی راہ نہیں۔ وہی کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے اور وہی چاہتا ہے جو اس کی مشیت ہے مخلوق کو اس میں کوئی بزرگی نہیں۔ اس کا ہر حکم حق ہے۔

سوال نمبر 6:۔ حضرت جنید بغدادیؒ نے توحید کے بارے کیا فرمایا؟

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

اَلتَّوْحِیْدُ إِفْرَادُ الْقِدَمِ عَنِ الْحَدَث (توحید یہ ہے کہ قدیم کو حادث سے جدا جانے۔)

مطلب یہ ہے کہ مومن قدیم کو محل حوادث اور حوادث کو محل قدیم نہ سمجھے اور جانے کے حق تعالیٰ قدیم ہے اور خود محدث اور جو تمہاری جنس سے مخلوق ہے وہ بھی حادث ہے اور کوئی مخلوق اس سے ملحق نہیں ہے۔

نیز ایک جگہ پر حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

اصل توحید یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ اپنی قدرت کی گزرگاہ میں اپنی تدبیر کا تصرف اس پر جاری فرمائے تو وہ خدا کے سامنے ایک پتلا بن جائے اور دریائے توحید میں اپنے اختیار وارادہ سے خالی ہو جائے اور اپنے نفس کو فنا کر کے لوگوں کے بلانے پر کان نہ دھرے اور نہ اس کی طرف التفات کرے اور محل خیریت میں اپنی حس وحرکت ختم کر دے اور وحدانیت کی معرفت وحقیقت کے سبب وہ حق کے ساتھ قائم ہو حق نے جو اس کے لئے ارادہ فرمایا ہے اسے قبول کرے تاکہ اس محل میں بندہ کا اخیر پہلے کی مانند ہو جائے اور وہ ایسا ہو جائے کہ جو کچھ ہے اپنی ہستی سے پہلے ہے۔

مزید ایک جگہ پر حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

توحید کے بیان میں سب سے زیادہ بزرگ واشرف کلام حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔آپ فرماتے ہیں کہ پاک ہے وہ ذات جس نے مخلوق کو اپنی معرفت کی راہ نہ دکھائی بجز معرفت میں ان کی عاجزی کے۔

سوال نمبر7:۔حضرت حسین بن منصور حلاجؒ نے توحید کے بارے کیا فرمایا؟

حضرت حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

اول قدم فی التوحید فناء التفرید (توحید میں پہلا قدم تفرید کا فنا کرنا ہے۔)

سوال نمبر8:۔حضرت حصری ؒ نے توحید کے بارے کیا فرمایا؟

حضرت حصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

اصولنا فی التوحید خمسة اشیاء رفع الحدث واثبات القدم وهجر الاوطان ومفارقته الاخوان ونسیان ما علم وجهل

ترجمہ: توحید میں ہمارے پانچ اصول ہیں حدث کا ارتفاع قدم کا اثبات، ترک اوطان، بھائیوں سے جدائی، اور ہر علم و جہل کا بھول جانا۔

سوال نمبر9:۔حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ نے توحید کے بارے میں کیا فرمایا؟

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

توحید یہ ہے کہ تم اعتقاد رکھو کہ ذاتِ الٰہی علم کے ساتھ موصوف ہے بغیر اس کے کہ تم عقل سے سمجھ سکو یا حواس سے پاسکو دنیا میں آنکھیں اسے دیکھ نہیں سکتیں ذات الٰہی ایمانی حقائق کے ساتھ بے حد و نہایت موجود ہے حواس سے پانے کے سوا آنے جانے میں موجود ہے اور اپنے ملک میں اپنی صنعت و قدرت سے ظاہر ہے وہ کسی میں حلول کیا ہوا نہیں ہے آخرت میں اس کے ملک و قدرت میں ظاہری اور باطنی طور پر آنکھیں اسے دیکھیں گی۔ دنیا میں مخلوق، اس کی ذات کی حقیقت کی معرفت سے محجوب ہے وہ عجائب و آیات کے اظہار کے ذریعہ راہ دکھاتا ہے اور دل اسے پہچانتے ہیں۔ مخلوق کی عقلیں کیفیت کے ساتھ اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور آخرت میں مسلمان اسے سر کی آنکھوں سے دیکھیں گے بغیر اس کے کہ اس کی ذات کا احاطہ کریں یا اس کی حد و غایت کا ادراک کریں۔

سوال نمبر10:۔حضرت شبلیؒ نے توحید کے بارے کیا فرمایا؟

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

التوحید حجاب الموحد عن جمال الاحدیته (توحید موحد کے لئے جمال احدیت سے حجاب ہے۔)

سوال نمبر11:۔ابراہیم خواصؒ اور منصور حلاجؒ کا توحید کی بابت واقعہ تحریر کریں۔

حضرت ابراہیم خواص کوفہ میں جب حضرت حسین بن منصور حلاج سے ملاقات کرنے گئے تو حضرت حسین بن منصور نے ان سے دریافت کیا کیا ابراہیم اب تک تمہارے حالات کہاں اور کیسے گزرے ہیں انہوں نے فرمایا اب تک میں اپنے توکل کو درست کرتا رہا ہوں حضرت حسین نے فرمایا:

ابراہیم اپنے باطن کی آزادی ہی میں تم نے تو عمر ضائع کردی توحید میں فنا ہونے کا زمانہ کب آئے گا۔

سوال نمبر 12:۔ داتا صاحبؒ نے توحید کے بارے کیا فرمایا؟

حضور سیدنا حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؛

بندے کے لئے توحید الٰہی ایسی مخفی حقیقت ہے جسے بیان و عبارت سے ظاہر نہیں کیا جاسکتا حتیٰ کہ اگر کوئی اس کے بیان کا دعوی کرتا ہے تو وہ یاوہ گو ہے کیونکہ بیان کرنے والا اور اس کی عبارت دونوں غیر ہیں اور توحید میں غیر کا اثبات شرک ہے اگر ایسا کرتا ہے تو یہ اس کی بیہودگی ہے کیونکہ موحد، ربانی ہوتا ہے نہ کہ یاوہ گو اور کھلاڑی۔

باب نمبر 17: ایمان کا بیان

سوال نمبر 1:۔ ایمان کے بارے اللہ تعالی نے کیا ارشاد فرمایا؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ :

یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا آمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ (اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔)

سوال نمبر:۔ ایمان کے بارے رسول اللہ ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا؟

سید دو عالم ﷺ کا ارشاد ہے کہ :

اَلْاِیْمَانُ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ (ایمان یہ ہے کہ تم اللہ اس کے فرشتے اور اس کی کتابوں پر ایمان لاؤ۔)

سوال نمبر 2:۔ ایمان کا لغوی معنی بیان کریں۔

ایمان کے لغوی معنی تصدیق یعنی دل سے ماننے کے ہیں۔

سوال نمبر 3:۔ مفہوم ایمان پر مختلف آراء پیش کریں۔

1. معتزلہ، تمام طاعتوں کو ایمان کا علم اور اس کا معاملہ کہتے ہیں۔ ان کا مذہب ہے کہ بندہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے خارج از ایمان ہو جاتا ہے۔
2. خوارج کا بھی یہی مذہب ہے وہ بھی مرتکب کبیرہ کو کافر کہتے ہیں۔
3. ایک گروہ ایمان کو قول مفرد کہتا ہے۔
4. ایک گروہ صرف معرفت کو ایمان کہتا ہے۔
5. اور اہل سنت کے ارباب کلام کی ایک جماعت مطلق تصدیق کو ایمان کہتی ہے۔

سوال نمبر 4:۔ جمہور صوفیاء کے نزدیک ایمان کی اقسام کے متعلق کتنے گروہ ہیں؟

جمہور صوفیاء کے نزدیک ایمان کی دو قسمیں ہیں جس طرح کہ فقہا کے نزدیک ہیں :

چنانچہ اہل یقین کی ایک جماعت کا اعتقاد یہ ہے کہ قول و عمل اور تصدیق کے مجموعہ کا نام ایمان ہے۔ ان میں حضرت فضیل بن عیاض، بشر حافی، خیر النساج، سمنون الحب، ابو حمزہ بغدادی اور ابو محمد جریری رحمۃ اللہ علیہما کے سوا بکثرت مشائخ ہم خیال ہیں۔

ایک گروہ کا یہ اعتقاد ہے کہ قول اور تصدیق کا نام ایمان ہے۔ان میں حضرت ابراہیم بن ادہم، ذوالنون مصری، بایزید بسطامی، ابو سلیمان درانی، حارث محاسبی، جنید بغدادی، سہل بن عبداللہ تستری، شقیق بلخی، حاتم اصم اور محمد بن فضل بلخی رحمۃ اللہ علیہا کے سوا بکثرت مشائخ اور فقہائے امت ہیں۔ چنانچہ امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل وغیرہ رحمتہ اللہ علیہا پہلے قول کے قائل ہیں اور امام اعظم ابو حنیفہ، حسن بن فضل بلخی اور امام اعظم کے دیگر تلامذہ جیسے امام محمد بن حسن، حضرت داؤد طائی امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہا دوسرے قول کے قائل ہیں۔

درحقیقت یہ اختلاف لفظی ہے ورنہ معنی و مقصود میں سب متفق ہیں۔

سوال نمبر 5:۔ ایمان کی اصل و فرع کیا ہے؟

واضح رہنا چاہیئے کہ اہل سنت و جماعت اور ارباب تحقیق و معرفت کے درمیان اتفاق ہے کہ ایمان میں اصل بھی اور فرع بھی، اصل ایمان، تصدیق قلبی ہے اور اس کی فرع اوامر و نواہی کی بجاآوری ہے۔

سوال نمبر 6:۔ حق تعالی کے اوصاف حسنیٰ کتنے قسم کے ہیں؟

حق تعالی کے اوصاف حسنی تین قسم کے ہیں:

1. جمال
2. جلال
3. کمال

مخلوق کو اس کے کمال کی گہرائیوں تک رسائی نہیں بجز اس کے کہ وہ اس کے کمال کا اثبات و اعتراف کرلے اور اس سے نقص و عیب کی نفی کرے۔ اور جو جمال حق کا معرفت میں مشاہدہ کرتا ہے وہ ہمیشہ دید کا مشتاق رہتا ہے۔ جو جلال حق کا مشاہدہ کرتا ہے وہ ہمیشہ اپنے اوصاف سے تنفر رہتا ہے اور اس کا دل محل ہیبت میں رہتا ہے۔

سوال نمبر 7:۔ ایمان کس کی طرف سے ہے؟

اس بارے میں ہر چند دو آراء ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

1. ایک گروہ کا یہ اعتقاد ہے کہ ایمان کلیتاً حق تعالی کی طرف سے ہے۔
2. اور ایک گروہ کے نزدیک کلیتاً بندے کی طرف سے ہے۔

لیکن درحقیقت ایمان بندے کا فعل ہے جو حق تعالی کی ہدایت کے ساتھ شامل ہے کیونکہ جسے خدا گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت پر لا نہیں سکتا اور جسے خدا ہدایت پر لائے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

فَمَنۡ يُرِدِ اللّٰهُ أَنۡ يَهۡدِيَهُۥ يَشۡرَحۡ صَدۡرَهُۥ لِلۡإِسۡلَامِ ۖ وَمَنۡ يُرِدۡ أَنۡ يُضِلَّهُۥ يَجۡعَلۡ صَدۡرَهُۥ ضَيِّقًا حَرَجًا

ترجمہ: جسے اللہ ہدایت پر لانا چاہے تو سینہ کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور جسے وہ گمراہ کرنا چاہے تو اس کے سینہ کو سخت اور تنگ کر دیتا ہے۔

اس ارشاد کے بموجب بندے کے لیے یہی زیبا ہے کہ وہ ہدایت کی توفیق کو حق تعالی سے اور فعل ایمان کو خود اپنے سے منسوب کرے۔

سوال نمبر 8:۔ ایمان کی علامات بیان کریں۔

ایمان کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ:

1. بندہ دل سے توحید کا اعتقاد رکھے۔
2. آنکھوں کو ممنوع چیزوں سے بچائے۔
3. حق تعالیٰ کی نشانیوں اور آیتوں سے عبرت حاصل کرے۔
4. کانوں سے کلام الہی کی سماعت کرے۔
5. معدے کو حرام چیزوں سے خالی رکھے۔
6. زبان سے سچ بولنے اور بدن کو منہیات سے اس حد تک محفوظ رکھے کہ باطن، ظاہر سے متحد ہو جائے۔

سوال نمبر 9:۔ حقیقت ایمان کیا ہے؟

حقیقت ایمان یہ ہے کہ بندے کے تمام اوصاف، طلب حق میں مستغرق ہوں اور تمام اہل ایمان کو اس پر اتفاق کرنا چاہئے کہ سلطانِ معرفت کا غلبہ نامرغوب اوصاف کو مغلوب کر دیتا ہے اور جہاں جہاں ایمان ہو وہاں وہاں سے اس سے انکار کے اسباب دور ہو جاتے ہیں۔

سوال نمبر 10:۔ حضرت ابراہیم خواصؒ نے ایمان کی حقیقت کے بارے کیا فرمایا؟

حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا فی الحال اس کا جواب نہیں دوں گا اس لئے کہ جو کچھ کہوں گا وہ لفظ وعبارت ہوں گے اور میرے لئے یہ ضروری ہے کہ میں معاملہ کے ساتھ جواب دوں چونکہ میں مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ رکھتا ہوں اس غرض کے لئے تم بھی میرے ساتھ چلو تاکہ تم اس کا جواب پا سکو۔ راوی کا کہنا ہے کہ میں نے ویسا ہی کیا جب میں ان کے ساتھ جنگل میں پہنچا تو ہر روز دو روٹی اور دو گلاس پانی غیب سے نمودار ہوتے رہے جسے ایک میرے آگے اور ایک اپنے آگے رکھ لیتے یہاں تک کہ اس جنگل میں ایک روز ایک بوڑھا سوار آیا جب اس نے ان کو دیکھا تو گھوڑے سے اتر کر مزاج پرسی کی پھر کچھ دیر باتیں کر کے سوار ہو کر چلا گیا۔ میں نے عرض کیا اے شیخ! یہ بوڑھا کون تھا؟ انہوں نے فرمایا یہ تمہارے سوال کا جواب تھا۔ میں نے پوچھا کس طرح؟ فرمایا وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ انہوں نے میرے ساتھ رہنے کی اجازت چاہی۔ میں نے منظور نہیں کیا۔ میں نے کہا آپ نے کیوں انکار فرمایا؟ انہوں نے جواب دیا مجھے خطرہ تھا کہ ان کی صحبت میں میرا اعتقاد، حق تعالیٰ کے سوا ان کے ساتھ نہ ہو جائے۔ اسی طرح میرا توکل برباد ہو جائے کیونکہ ایمان کی حقیقت توکل کی حفاظت ہے۔

سوال نمبر 11:۔ حضرت محمد بن خفیفؒ نے ایمان کے بارے کیا فرمایا؟

حضرت محمد بن خفیف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

الایمان تصدیق القلب بما علم به الغیوب (ایمان یہ ہے کہ جو غیب سے اس کے دل پر انکشاف ہو اس پر یقین رکھے۔)

باب نمبر: حجاب کا بیان

سوال نمبر 1:۔ ایمان کے بعد سب سے پہلا فرض کیا ہے؟

ایمان کے بعد سب سے پہلا فرض طہارت ہے خاص کر نماز کی ادائیگی کے لئے طہارت بدنی یہ ہے کہ تمام جسم کو نجاست وجنابت سے پاک کرے اور شریعت کے اتباع میں تین تواندا موں کو دھو کر سر کا مسح کرے۔ اگر پانی میسر نہ ہو یا مرض کی زیادتی کا اندیشہ ہو تو تیمم کرے۔

سوال نمبر 2:۔ صوفیاء کے نزدیک طہارت کتنی قسم کی ہوتی ہے؟

صوفیاء کے نزدیک طہارت دو قسم کی ہے:

1. باطنی طہارت
2. ظاہری طہارت

چنانچہ ظاہری طہارت کے بغیر نماز درست نہیں اور باطنی طہارت کے بغیر معرفت درست نہیں ہے۔ بدنی طہارت کے لئے مطلق پانی کی حاجت ہے جو کہ ناپاک یا استعمال کیا ہوا نہ ہو اور دل کی طہارت کے لئے خالص توحید کے پانی کی ضرورت ہے جو کہ مخلوط اور پراگندہ اعتقاد پر مشتمل نہ ہو۔

سوال نمبر 3:۔ باوضو رہنے کے بارے رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا؟

حضور اکرم نے ایک صحابی سے ارشاد فرمایا:

دُم عَلَی الْوُضُوءِ یُحِبُّكَ حَافِظَاكَ (ہمیشہ وضو سے رہو تمہیں تمہارا محافظ دوست رکھے گا۔)

سوال نمبر 4:۔ مرید اور کامل کی ہمت کیا ہے؟

مرید کی ہمت یہ ہوتی ہے کہ کرامت حاصل کریں اور کامل کی ہمت یہ ہوتی ہے کہ کرامت دینے والے کو پائے۔

سوال نمبر 5:۔ ظاہری طہارت باطنی طہارت کی موافق کیسے ہو سکتی ہے؟

انسان کے لیے مناسب یہی ہے کہ اس کی ظاہری طہارت باطنی طہارت کے موافق ہو۔ مطلب یہ ہے کہ جب ہاتھ دھوئے جائیں تو چاہئے کہ دل سے دنیا کی محبت دھوڈالی جائے۔ اسی طرح جب استنجا کرے تو مناسب ہے کہ جس طرح ظاہری گندگی کو دور کیا جائے اسی طرح باطن سے بھی غیر خدا کی محبت کو دور کر دیا جائے۔ جب منہ میں پانی لیا جائے تو مناسب ہے کہ منہ کو غیر کی یاد سے پاک کرے۔ جب ناک میں پانی ڈالے تو سزاوار ہے کہ شہوتوں کو اپنے اوپر حرام گردانے، جب چہرہ دھوئے تو مناسب ہے کہ تمام الفتوں سے یکدم کنارہ کش ہو جائے اور حق کی طرف متوجہ ہو جائے اور جب ہاتھوں کو دھوئے تو اپنے نصیبوں سے دست کش ہو جائے اور جب سر کا مسح کرے تو مناسب ہے کہ اپنے معاملات کو حق تعالیٰ کے سپرد کر دے جب پاؤں دھوئے تو زیبا ہے کہ فرمانِ الٰہی کے خلاف ہر چیز پر قائم رہنے سے بچنے کی نیت کرے جب اس پر عمل کرے گا تو اسے دونوں قسم کی طہارت حاصل ہو جائے گی۔

سوال نمبر 6:۔ خاصہ ایمان کیا ہے؟

ایمان کا خاصہ یہ ہے کہ جب ظاہر میں زبان سے اقرار ہو تو باطن میں اس کی تصدیق بھی ہو۔

سوال نمبر 7:۔ نیت کا تعلق کس سے ہے؟

نیت کا تعلق دل سے ہے۔

سوال نمبر 8:۔ حضرت ابراہیم خواصؒ نے حقوق باری تعالیٰ کے بارے کیا فرمایا؟

حضرت ابراہیم خواص رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

مجھے حق تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے کے لئے دنیا میں ابدی عمر کی ضرورت ہے۔ یہاں تک کہ اگر ساری مخلوق خدا کو بھول جائے اور دنیاوی نعمتوں میں مست ہو جائے تو میں اکیلا و نہاد نیا کے بلاکوں میں شریعت کے آداب کے تحفظ میں کھڑا ہو جاؤں، اور حق تعالیٰ کی یاد میں منہمک رہوں۔

سوال نمبر 9:۔ حضرت ابو طاہر حرمی ؒ نے ارضِ حرم میں کتنے سال رفع حاجت نہ کیا؟

حضرت ابو طاہر حرمیؒ مکہ مکرمہ میں چالیس سال اس حال میں مقیم رہے کہ کبھی رفع حاجت نہ کی جب بھی وہ حدود حرم سے باہر رفع حاجت کے لئے جاتے خیال آجاتا کہ یہ وہ زمین ہے جسے حق تعالیٰ نے اپنے ساتھ منسوب فرمایا ہے استعمال شدہ پانی کو بھی اس جگہ گرانا مکروہ سمجھا۔

سوال نمبر 10:۔ آرام کس چیز میں ہے؟

حضرت علی رودباری رحمۃ اللہ علیہ عرصہ تک وسوسہ طہارت میں مبتلا رہے وہ فرماتے ہیں کہ :

ایک دن دریا میں صبح سے ٹھہرا ہوا تھا یہاں تک کہ سورج نکل آیا اور میں پانی ہی میں رہا اس وقت دل میں رنج پیدا ہوا میں نے خدا سے التجا کی کہ العافیہ العافیہ دریا سے مجھے غیبی آواز سنائی دی کہ :

العافیة فی العلم (آرام علم میں ہے۔)

سوال نمبر 11:۔ حضرت سفیان ثوریؒ نے بیماری کی حالت میں ایک نماز کے لیے کتنی بار وضو کیا؟

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے بیماری کی حالت میں ایک نماز کے لئے ساٹھ (60) مرتبہ طہارت کی۔ مرض موت میں انتقال کے دن خدا سے دعا مانگی کہ اے خدا موت کو حکم دے کہ وہ اس وقت آئے جب کہ میں پاک وصاف ہوں۔

سوال نمبر 12:۔ حضرت شبلی ؒ نے باطن کی صفائی کیسے کی؟

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن مسجد میں جانے کے لئے طہارت کی۔ غیب سے ندا آئی کہ تم نے ظاہر کو تو آراستہ کر لیا باطن کی صفائی کہاں ہے؟ وہ لوٹ آئے اور تمام ساز وسامان صدقہ کر دیا اور ایک سال تک صرف اس قدر لباس پہنا جس سے نماز جائز ہو سکے پھر جب حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس وہ حاضر ہوئے تو فرمایا اے ابو بکر! جو طہارت تم نے کی ہے وہ بہت سود مند ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اس طہارت پر ہمیشہ قائم رکھے اس کے بعد حضرت شبلی آخر وقت تک کبھی بے طہارت نہ رہے جب ان کے انتقال کا وقت آیا تو ان کی طہارت ٹوٹ گئی آپ نے اپنے مرید کی طرف اشارہ فرمایا کہ مجھے طہارت کرائے۔ مرید نے انہیں طہارت کرائی لیکن داڑھی میں خلال کرنا وہ بھول گیا اور اس رقت ان میں کلام کرنے کی سکت نہ تھی، مرید کا ہاتھ پکڑ کر داڑھی کی طرف اشارہ فرمایا پھر اس نے داڑھی میں خلال کیا آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کبھی طہارت کا کوئی ادب ترک نہیں کیا جب بھی ایسا ہوا نہ میرے باطن پر نصیحت ظاہر ہو گئی۔

سوال نمبر 13:۔ حضرت بایزید بسطامیؒ کب فوراً وضو فرماتے ہیں؟

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

جب کبھی میرے دل پر دنیا کا اندیشہ گزرتا میں فوراً وضو کر لیتا اور جب آخرت کا اندیشہ گزرتا تو غسل کر لیتا کیونکہ دنیا محدث ہے اس کا اندیشہ حدث ہے اور آخرت محل غیبت و آرام ہے اس کا اندیشہ جنابت ہے۔ لہذا حدث سے وضو اور جنابت سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔

سوال نمبر 14:۔ مشائخ طریقت نے مریدوں کو طہارت کا حکم کیسے دیا؟

طہارت کی تحقیق میں مشائخ کے بکثرت ارشادات ہیں وہ ہمیشہ مریدوں کو ظاہر و باطن کی طہارت کا حکم دیتے رہے ہیں کہ جب بارگاہ الٰہی میں حاضر ہونے کا ارادہ کرو تو ظاہری عبادت کے لئے ظاہری طہارت کرو اور جب باطن میں قربت کا قصد کرو تو باطن کی طہارت کرو ظاہری طہارت پانی سے ہے اور باطنی طہارت توبہ و رجوع کے ذریعہ ہے۔

باب نمبر 19: توبہ اور اس کے متعلقات کا بیان

سوال نمبر 1:۔ سالکانِ راہ حق کا پہلا مقام کیا ہے؟

واضح رہنا چاہئے کہ سالکان راہ حق کا پہلا مقام توبہ ہے جس طرح کہ طالبان عبادت کے لئے پہلا درجہ طہارت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللهِ تَوْبَةً نَصُوحًا (اے ایمان والو! اللہ کے حضور میں دل سے توبہ کرو۔)

نیز ارشاد ہے:

وَتُوبُوا إِلَى اللهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (اے مومنو! تم سب اللہ کے حضور میں توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔)

سوال نمبر 2:۔ توبہ کے متعلق حضور نبی اکرم ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا؟

حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

مَا مِنْ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَى اللهِ مِنْ شَابٍ تَائِبٍ (اللہ کے نزدیک کوئی چیز اس سے زیادہ پسندیدہ نہیں کہ جوان آدمی توبہ کرے۔)

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ (گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ اس کا کوئی گناہ ہی نہیں ہے۔)

سوال نمبر 3:۔ توبہ کی علت کیا ہے؟

توبہ کی علت ندامت ہے۔

سوال نمبر 4:۔ توبہ کا لغوی معنی تحریر کریں۔

واضح رہنا چاہئے کہ لغت میں توبہ کے معنی رجوع کرنے کے ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ:

تاب ای رجع

لہذا حق تعالیٰ کی ممنوعات سے باز رہنا اس لئے کہ اسے خدا کے حکم کا خواب ہے اصل میں یہی توبہ کی حقیقت ہے۔

سوال نمبر 5:۔ توبہ کی کتنی اور کون سی شرائط ہیں؟

توبہ کی تین شرطیں ہیں:

1. مخالفت پر اظہار ندامت وافسوس کرے ۔
2. ترک حالت میں ذلت محسوس کرے۔
3. دوبارہ گناہ نہ کرے۔

سوال نمبر6:۔ندامت کے کتنے سبب ہیں؟

ندامت کے بھی تین سبب ہیں جس طرح توبہ کی تین شرطیں ہیں:

1. ندامت کا پہلا سبب یہ ہے کہ جب دل پر سزا کا خوف غلبہ پاتا ہے تب وہ برے افعال پر دل آزردہ ہوتا ہے اور ندامت پیدا ہوتی ہے۔
2. دوسرا سبب یہ ہے کہ جب نعمت کی خواہش اس کے دل پر غالب ہو جائے اور وہ جان لے کہ برے فعل اور نافرمانی سے وہ حاصل نہیں ہو سکتی تو وہ اس سے پشیمان ہو جاتا ہے،
3. تیسرا سبب یہ ہے کہ اس کے دل میں اللہ کی شرم وحیا آجاتی ہے اور وہ مخالفت پر پشیمان ہوتا ہے۔

لہذا پہلے کو تائب دوسرے کو منیب اور تیسرے کو اواب کہتے ہیں۔

سوال نمبر7:۔توبہ کن مسلمانوں کا مقام ہے؟

توبہ عام مسلمانوں کا مقام ہے جو گناہ کبیرہ سے پیدا ہوتا ہے کیونکہ حق تعالی فرماتا ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا (اے ایمان والو! اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے۔)

سوال نمبر8:۔توبہ،انابت اور اوابت کس چیز کا نام ہے؟

طاعت کے ساتھ کبائر سے رجوع کا نام توبہ ہے اور محبت میں صغائر سے رجوع کا نام انابت ہے اور از خود خدا کی طرف رجوع کا نام اوابت ہے۔یہ ان کے درمیان فرق ہے وہ جو فواحش سے اوامر کی طرف رجوع کرے اور وہ جو محبت میں حجت اور فاسد اندیشہ سے رجوع کرے اور جو اپنی خودی سے حق کی طرف رجوع کرے۔

سوال نمبر9:۔توبہ کی اصلیت کیا ہے؟

توبہ کی اصل حق تعالی کا آگاہ اور خبر دار کرنا اور خواب غفلت سے دل کو بیدار کرنا اور اپنے حال کی غیبت کو دیکھنا ہے جب بندہ اپنے برے افعال اور کبھی افعال میں غور وفکر کرتا ہے اور اس سے نجات کی کوشش کرتا ہے تو حق تعالی اس پر توبہ کے اسباب اسان فرما دیتا ہے اور اس سے اس کی معصیت کی برائی سے نکال کر اپنی اطاعت کی شیرینی میں پہنچا دیتا ہے۔

سوال نمبر10:۔حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ توبہ کے بارے کیا فرماتے ہیں؟

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ:

التوبۃ ان لا تنسی ذنبك (جو خدا سے بحالت غیبوبت ڈرے اور انابت والا دل لائے۔)

توبہ یہ ہو کہ کئے ہوئے گناہوں کو نہ بھولو اور اس کی ندامت میں ہمیشہ غرق رہو اگرچہ کتنے ہی زیادہ اعمال صالحہ ہو جائیں ان پر غرور نہ کرو اس لئے کہ برے فعل پر شرمندگی،اعمال صالحہ پر مقدم ہے۔ایسا شخص کبھی گھمنڈ نہ کرے اور نہ گناہ کو فراموش کرے۔

سوال نمبر 11:۔ حضرت جنید بغدادیؒ توبہ کے بارے کیا فرماتے ہیں؟

حضرت جنید بغدادی اور مشائخ کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ:

التوبة ان تنسی ذنبك (توبہ یہ ہے کہ کئے ہوئے گناہ کو بھول جاؤ)

کیونکہ توبہ کرنے والا اہل محبت سے ہوتا ہے اور محبت والا مشاہدے میں ہوتا ہے اور مشاہدہ میں گناہ کی یاد ظلم ہے کیونکہ وہ کچھ عرصہ تو شقاوت میں رہا پھر کچھ عرصہ حالتِ وفا میں جفا کی یاد میں تڑپا حالانکہ وفا میں جفا کی یاد، وفا میں حجاب ہوتا ہے اور نافرمانی سے رجوع کرنا مجاہدہ ہے اور مشاہدے سے وابستہ ہوتا ہے۔

سوال نمبر 12:۔ حضرت جنید بغدادیؒ کو کس چیز نے کثیر کتب سے زیادہ فائدہ دیا؟

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے بکثرت کتابیں پڑھی ہیں کسی نے مجھے اتنا فائدہ نہ دیا جتنا اس شعر نے دیا ہے:

اذا قلت ما اذنبت قالت مجیبة

حیوتك ذنب لا یقاس به ذنب

ترجمہ: جب میں نے کہا میں نے کیا گناہ کیا ہے تو جواب دینے والے نے کہا تیری زندگی ہی گناہ ہے اس کی موجودگی میں کسی اور گناہ کے قیاس کرنے کی ضرورت ہی کیا۔ جبکہ دوست کی بارگاہ میں دوست کا وجود ہی گناہ ہے تو اس کے وصف کی کیا قدر و قیمت ہو گی۔

سوال نمبر 13:۔ صوفیاء کے نزدیک توبہ کی کتنی قسمیں ہیں؟ اور ان پر دلائل پیش کریں۔

صوفیاء کے نزدیک توبہ کی تین قسمیں ہیں:

1. خطا سے راہ ثواب کی طرف
2. درستگی سے مزید درستگی کی طرف
3. اپنی خودی سے حق تعالیٰ کی طرف

لیکن خطا سے راہ صواب پر گامزن ہونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ

ترجمہ: وہ لوگ جنہوں نے گناہوں کی مغفرت مانگی۔ برے کام کئے اور اپنی جانوں پر ظلم کیا تو انہوں نے خدا کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی مغفرت مانگی۔

اور وہ جو درستگی سے مزید درستگی کی طرف رجوع ہے اس کی مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسی ہے کہ انہوں نے کہا:

تُبْتُ إِلَيْكَ (میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں)

اور وہ جو اپنی خودی سے حق تعالیٰ کی طرف رجوع ہے اس کی مثال نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ:

وَإِنَّهُ لَيُغَانُ عَلَى قَلْبِي إِنِّي كُنْتُ لَأَسْتَغْفِرُ اللهَ فِي الْيَوْمِ مائة سَبْعِينَ مَرَّةً

ترجمہ: جب میرے دل پر ہلکا سا ابر آجاتا ہے تو اس وقت روزانہ 100 مرتبہ خدا سے استغفار کرتا ہوں۔

سوال نمبر14:۔حضرت موسیٰ دیدار الٰہی کی آرزو پیدا ہونے پر توبہ کیوں کرتے؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں اس دنیا کے اندر جب دیدار الٰہی کی آرزو پیدا ہوئی تو انہوں نے اس سے توبہ کی اس لئے کہ دیدار کی خواہش اپنے اختیار سے تھی اور دوستی میں اختیار آفت ہوتی ہے اور اپنے اختیار کی آفت کو ترک کرنا لوگوں کے لئے ترک رویت اور درجہ محبت میں اپنی خودی سے حق کی طرف رجوع کرنے کی صورت میں نمودار ہوئی جیسا کہ مقام عالی پر وقوف آفت ہے اس نے توبہ کر کے اس سے بلند تر مقام پر فائز ہوتے ہیں اسی طرح مقام اور احوال کی دید سے بھی توبہ کی جاتی ہے۔

سوال نمبر15:۔کیا توبہ کے بعد دوبارہ گناہ کرنے سے توبہ ہو جاتی ہے؟

واضح رہنا چاہئے کہ جب بندہ عہد کرے کہ آئندہ گناہ نہ کرے گا تو اس کی توبہ کے لئے تائید ربانی شرط نہیں ہے۔اگر تائب پر پھر ایسا وقت آجائے کہ عہد کے باوجود گناہ سرزد ہو تو دوبارہ توبہ کرنا اس کی درستگی کے حکم میں ہوگا۔طریقت کے مقتدیوں اور تائبوں سے ایسا ہوا ہے کہ توبہ کرلی ہے پھر فساد لاحق ہوا اور معصیت کا ارتکاب ہو گیا۔پھر جب خبردار ہوئے تو اس ہے۔سے دوبارہ توبہ کی ہے۔یہاں تک کہ ایک بزرگ بیان کرتے ہیں کہ:

میں نے ستر بار توبہ کی ہے اور ہر توبہ کے بعد برابر معصیت کا صدور ہوتا رہا ہے اکہترویں (۷۱) مرتبہ توبہ کے بعد استقامت میسر آئی۔

سوال نمبر16:۔حضرت ابو عمرؒ نے حضرت جنید بغدادیؒ سے اپنی توبہ کے بارے کیا کہا؟

حضرت ابو عمر نے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا کہ:

میں نے ابتداء میں حضرت ابو عثمان تیری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں توبہ کی اور اس پر کچھ عرصہ قائم رہا پھر میرے دل میں معصیت کی چاہت پیدا ہوئی اور میں نے ارتکاب کرلیا اور اس بزرگ کی صحبت سے روگرداں ہو گیا جب بھی میں انہیں دور سے دیکھتا تو میں شرمندہ ہو کر ادھر ادھر ہو جاتا کہ ان کے نظر مجھ پر نہ پڑے اتفاق سے میرا ان کا آمنا سامنا ہو گیا۔انہوں نے فرمایا اے فرزند تم اپنے دشمنوں کے ساتھ نہ رہا کرو کیونکہ ابھی تم معصوم ہو اس لئے کہ دشمن تمہارے عیب کو دیکھتا ہے اور جب تم انہیں عیب دار نظر آتے ہو تو وہ خوش ہوتے ہیں اور جب تم گناہ سے معصوم ہوتے ہو تو انہیں رنج پہنچتا ہے اگر تمہاری خواہش یہی ہے کہ معصیت میں مبتلا ر ہو تو ہمارے پاس آیا کرو تا کہ ہم تمہاری مصیبت کو دور کر دیا کریں اور
تمہارے دشمنوں کو خوش ہونے کا موقعہ نہ دیں۔حضرت ابو عمر بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد میرا دل گناہ سے سیر ہو گیا اور صحیح توبہ نصیب ہو گئی۔

سوال نمبر17:۔حضرت ذوالنون مصریؒ نے توبہ کے بارے کیا فرمایا؟

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ:

توبة العوام من الذنوب وتوبة الخواص من الغفلت (عوام کی توبہ گناہوں سے اور خواص کی توبہ غفلت سے ہے۔)

کیونکہ عوام سے صرف ظاہر حال پوچھا جائے گا اور خواص سے معاملہ کی تحقیق کی جائے گی عوام کے لئے غفلت نعمت اور خواص کے لئے حجاب ہے۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ مزید ایک جگہ پر فرماتے ہیں کہ:

توبہ دو طرح کی ہوتی ہے ایک توبہ انابت دوسری توبہ استحیاء۔ توبہ انابت یہ ہے کہ بندہ عذاب الٰہی کے خوف سے توبہ کرے اور توبہ استحیاء یہ ہے کہ بندہ حق تعالٰی کے فضل و کرم سے حیا کر کے توبہ کرے۔

سوال نمبر 18:۔ حضرت ابو حفص حدادؒ نے توبہ کے بارے کیا فرمایا؟

حضرت ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

لیس للعبد فی التوبۃ شیئی لان التوبۃ الیہ لا منہ

ترجمہ: بندے کو توبہ میں کوئی دخل نہیں ہے اس لئے کہ توبہ حق تعالٰی کی طرف سے ہے نہ کہ بندے کی جانب ہے۔

سوال نمبر 19:۔ حضرت ابوالحسن بوشنجہؒ توبہ کے بارے کیا فرماتے ہیں؟

حضرت ابوالحسن بوشنجہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

التوبۃ اذا ذکرت الذنب ثم لا تجد حلاوۃ عند ذکرہ فھو التوبۃ

ترجمہ: توبہ یہ ہے کہ جب تم گناہ کو یاد کرو تو اس کی یاد میں تمہیں لذت و سرور نہ معلوم ہو تو ایسی توبہ صحیح ہے

باب نمبر 20: نماز کا بیان

سوال نمبر 1:۔ قیام نماز کے بارے اللہ تعالٰی نے کیا فرمایا ہے؟

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَأٰتُوا الزَّكٰوةَ (اے مسلمانو! نماز قائم کرو اور زکوۃ دو۔)

سوال نمبر 2:۔ حفاظت نماز کے بارے رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا؟

حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

الصَّلٰوةُ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (نماز کی حفاظت کرو اور ان چیزوں کی جن کے تم مالک ہو۔)

سوال نمبر 3:۔ نماز کا مفہوم واضح کریں۔

نماز کے معنی باعتبار لغت، ذکر و انقیاد کے ہیں اور فقہاء کے عرف و اصطلاح میں مقررہ احکام کے تحت مخصوص عبادت ہے جو بفرمانِ الٰہی نماز پنج گانہ ہے جنہیں پانچ وقتوں میں ادا کیا جاتا ہے۔

سوال نمبر 4:۔ نماز کی کتنی اور کون سی شرائط ہیں؟

نماز کی چھ شرائط ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

1. نماز کی شرائط میں سے ایک شرط طہارت ہے جو ظاہری طور پر ناپاکی سے اور باطنی طور پر شہوت سے پاک ہونا ہے۔
2. دوسری شرط لباس کی پاکی ہے ظاہر طور پر نجاست سے اور باطنی طور پر اس طرح کہ وہ حلال کمائی سے ہو۔
3. تیسری شرط جگہ کا پاک ہونا ہے ظاہر طور پر حوادث و آفت سے اور باطنی طور پر فساد و معصیت ہے۔
4. چوتھی شرط استقبال بلہ ہے ظاہر طور پر خانہ کعبہ کی مت اور باطنی طور عرش معلیٰ اور اس کا باطن مشاہدۂ حق ہے۔

5. پانچویں شرط قیام ہے ظاہری طور پر کھڑے ہونے کی قدرت اور باطنی طور پر قربت الٰہی کے باغ میں قیام ہے۔
6. چھٹی شرط دخول وقت ہے جو ظاہری طور پر شرعی احکام کے مطابق اور باطنی طور پر حقیقت کے درجہ میں ہمیشہ قائم رہنا ہے۔

اور داخلی شرائط میں سے :

1. ایک شرط خلوص نیت کے ساتھ بارگاہ حق کی طرف متوجہ ہونا۔
2. قیام ہیبت وفنامیں تکبیر کہنا محل وصل میں کھڑا ہونا۔
3. ترتیل وعظمت کے ساتھ قرآت کرنا۔
4. خشوع کے ساتھ رکوع کرنا۔
5. تذلل وعاجزی کے ساتھ سجدے کرنا۔
6. دل جمعی کے ساتھ تشہد پڑھنا اور فنائے صفت کے ساتھ سلام پھیرنا۔

سوال نمبر5:۔ نماز کا ارادہ کرنے پر حضرت علیؓ کی حالت کیسی ہو جاتی تھی؟

امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ، جب نماز کا ارادہ فرماتے تو ان کے جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا اور فرماتے کہ اس امانت امانت کے ادا کرنے کا وقت آگیا جس کا بھار زمین وآسمان اٹھانے سے عاجز رہے تھے۔

سوال نمبر6:۔ حضرت حاتم الاصمؒ نماز کیسے ادا کرتے تھے؟

ایک بزرگ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حاتم اصم سے میں نے پوچھا آپ نماز کس طرح ادا کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ جب اس کا وقت آتا ہے تو ایک ظاہری وضو کرتا ہوں دوسرا باطنی وضو۔ ظاہری وضو پانی سے اور باطنی وضو توبہ سے۔ پھر جب مسجد میں داخل ہوتا ہوں تو مسجد حرام کے روبرو دونوں ابرو کے درمیان مقام ابراہیم رکھتا ہوں اور اپنی داہنی جانب جنت کو اور بائیں جانب دوزخ کو دیکھتا ہوں اور خیال کرتا ہوں کہ میرے قدم پل صراط پر ہیں اور ملک الموت میرے پیچھے کھڑا ہے اس حال میں کمال عظمت کے ساتھ تکبیر، حرمت کے ساتھ قیام، ہیبت کے ساتھ قرآت، تواضع کے ساتھ رکوع، تضرع کے ساتھ سجدہ، حلم ووقار کے ساتھ جلسہ اور شکر واطمینان کے ساتھ سلام پھیرتا ہوں۔

سوال نمبر7:۔ طریقت کی نماز کیسی ہے؟

واضح رہنا چاہیئے کہ شریعت کے مطابق نماز ایسی عبادت ہے جس کی ابتداء وانتہا میں مریدین راہ حق پاتے ہیں اور ان کے مقامات کا کشف ہوتا ہے۔

چنانچہ مریدوں کے لئے طہارت، توبہ کا قائم مقام، پیروی کا تعلق، قبلہ شناسی کا قائم مقام، مجاہدہ نفس پر قیام، قیام کا قائم مقام، ذکر الٰہی کی مداومت، قرآت قرآن کا قائم مقام، تواضع، رکوع کا قائم مقام، معرفت نفس، سجود کا قائم مقام، مقام امن، تشہد کا قائم مقام، دنیا سے علیحدگی، سلام کا قائم مقام اور نماز سے باہر آنا مقامات کی قید سے خلاصی کا قائم مقام ہے۔

سوال نمبر8:۔ مفہوم نماز پر مشائخ طریقت کا اختلاف تحریر کریں۔

اس بارے میں مشائخ طریقت کے بکثرت ارشادات ہیں اور ہر ایک کا خاص مقام اور درجہ ہے:

1. چنانچہ ایک جماعت کہتی ہے کہ نماز حضور الہی کا ذریعہ ہے۔
2. ایک جماعت کہتی ہے کہ نماز غیبت نفس کا ذریعہ ہے۔
3. ایک جماعت کہتی ہے کہ جو غائب رہتا ہے وہ نماز میں حاضر ہوتا ہے۔
4. ایک جماعت کہتی ہے کہ جو حاضر ہوتا ہے وہ نماز میں غائب ہو جاتا ہے جس طرح کہ اس جہان میں بحالت مشاہدہ محو ہوتا ہے۔

سوال نمبر 9:۔ نماز کی بابت حضرت داتا صاحبؒ نے کیا فرمایا؟

حضور سیدنا داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

نماز خدا کا حکم ہے وہ ذریعہ حضور یا ذریعہ غیبت نہیں ہے کیونکہ حکم الہی کسی چیز کا ذریعہ نہیں ہوتا اس لئے کہ حضور کی علت، عین حضور اور غیبت کی علت بھی غیبت ہے اور حکم الہی کو کسی چیز کے ساتھ سببی تعلق نہیں ہے۔

سوال نمبر 10:۔ صاحبان احوال کی کتنی اقسام ہیں؟

صاحبانِ احوال کی دو قسمیں ہیں:

1. کچھ وہ ہیں جن کی نمازیں کمال مشرب میں جمع کے قائم مقام ہیں اور اس سے وہ منزل جمع پاتے ہیں۔
2. اور کچھ وہ ہیں جن کی نمازیں انقطاع مشرب میں تفرقہ کے قائم مقام ہیں اور وہ اس سے منزل تفرقہ حاصل کرتے ہیں ۔

جو حضرات نماز میں منزل جمع پاتے ہیں وہ فرائض و سنن کے علاوہ ہمہ وقت نماز میں مشغول رہتے ہیں اور اس کی کثرت کرتے ہیں اور جو صاحبان تفرقہ ہیں وہ فرائض و سنن کے سوا دیگر نوافل میں کم مشغول ہوتے ہیں۔

سوال نمبر 11:۔ محب صادق کی پہچان کے بارے حضرت سہل بن عبداللہ تستری ؒ نے کیا فرمایا؟

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

علامة الصدق ان یکون له تابع من الحق اذا دخل وقت الصلوة یبعثه علیها وینبه

ترجمہ: محب صادق کی پہچان یہ ہے کہ اللہ تعالی کی طرف سے اس پر ایک فرستادہ مقرر ہوتا ہے کہ جب نماز کا وقت آئے تو وہ بندے کو اس کی ادائیگی پر ابھارے اگر بندہ سوتا ہو تو اسے بیدار کر دے۔

یہ کیفیت حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ میں موجود تھی کیونکہ وہ اپنے عہد کے شیخ تھے جب نماز کا وقت آتا وہ صحت مند ہو جاتے اور جب نماز ادا کر چکتے تو پھر وہی سکر کی حالت طاری ہو جاتی۔

سوال نمبر 12:۔ حضرت جنید بغدادی نے بزرگواری کی حالت میں بھی اپنے کسی ورد کو کیوں نہ چھوڑا؟

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جب بوڑھے ہو گئے تو اس بڑھاپے میں بھی جوانی کے کسی ورد کو نہ چھوڑا۔ لوگوں نے عرض کیا اے شیخ اب آپ بوڑھے ہو گئے کمزور ہو گئے ہیں ان میں سے کچھ نوافل چھوڑ دیجئے۔ انہوں نے فرمایا یہی تو وہ چیزیں ہیں جن کو ابتداء میں کر کے اس مرتبہ کو پایا ہے اب یہ ناممکن ہے کہ انتہا پر پہنچ کر ان سے دستبردار ہو جاؤں۔

سوال نمبر 13:۔ حضرت ابوالخیر ؒ کا حالت نماز میں زہد کی مثال بیان کریں۔

حضرت ابوالخیر اقطع کے پاؤں میں آکلہ تھا طبیبوں نے مشورہ دیا کہ یہ پاؤں کٹوا دینا چاہیے مگر وہ راضی نہ ہوئے آپ کے مریدوں نے طبیبوں سے کہا کہ نماز کی حالت میں ان کا پاؤں کاٹ دیا جائے کیونکہ اس وقت انہیں اپنی خبر نہیں ہوتی چنانچہ ایسا ہی کیا گیا جب نماز سے فارغ ہو کر دیکھا تو پاؤں کو کٹا ہوا پایا۔

سوال نمبر14:۔رات میں نماز پڑھنے پر حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کا واقعہ بیان کریں۔

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ جب آپ رات کو نماز پڑھتے تو قرات آہستہ کرتے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بلند آواز سے قرأت کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اے ابو بکر تم آہستہ کیوں پڑھتے ہو؟ تو انہوں نے عرض کیا:

قد اسمعت من ناجیت (جس سے میں مناجات کرتا ہوں وہ سنتا ہے۔ خواہ آہستہ کروں یا بلند۔)

پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ تم کیوں بلند آواز سے پڑھتے ہو؟ تو انہوں نے عرض کیا :

أوقظ الْوَسْنَانَ وَأَطْرِدُ الشَّيْطَانَ (میں سوتے ہوؤں کو جگاتا ہوں اور شیطان کو بھگاتا ہوں۔)

اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا:

اے ابو بکر تم کچھ بلند آواز سے پڑھو اور اے عمر! تم کچھ آہستہ آواز سے اپنی اپنی عادت کے بر خلاف پڑھو۔

باب نمبر21: محبت کا بیان

سوال نمبر1:۔ محبت الٰہی کے بارے اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهُ

ترجمہ: اے ایمان والو! تم میں سے جو بھی حق تعالیٰ کے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو لے آئے گا جو خدا کے محبوب رکھیں گے اور خدا ان کو محبوب رکھے گا۔

نیز فرمایا:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ أَنْدَادًا يُحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ

ترجمہ: کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو شریک گردانتے اور خدا کی محبت کے مانند ان سے محبت کرتے ہیں لیکن جو ایمان والے ہیں ان کی محبت اللہ تعالیٰ سے بہت ہے۔

سوال نمبر2:۔ محبت الٰہی کے بارے رسول اللہ ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا؟

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ:

من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ و من کرد لقاء اللہ کرہ اللہ لقاءہ

ترجمہ: جو بندہ اللہ تعالیٰ کے دیدار کو محبوب رکھتا ہے وہ بھی اس کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے اور جو اللہ کے دیدار کو مکروہ سمجھتا ہے اللہ اس کے ملنے کو مکروہ رکھتا ہے۔

نیز فرمایا:

اذا احب اللہ عبدا قال الجبریل یا جبریل انی احب فلانا فأحبه فحبه جبریل ثم یقول جبرئیل لاهل السماء ان اللہ تعالی قد احب فلانا فأحبوه اهل السماء ثم یضع له القبول فی الارض فیحبه اهل الارض وفی بعض الروایات مثل ذلك

ترجمہ: جب خدا کسی بندے کو محبوب بنالیتا ہے تو جبریل امین سے فرماتا ہے اے جبریل میں نے فلاں بندے کو محبوب بنالیا ہے تم بھی اس سے محبت کرو چنانچہ جبریل بھی اس کو محبوب سمجھنے لگتے ہیں اس کے بعد جبریل آسمان والوں سے کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے فلاں بندے کو محبوب بنالیا ہے۔اے آسمان والو تم بھی اسے محبوب سمجھو پھر وہ زمین والوں سے فرماتے ہیں تو زمین والے بھی اسے محبوب سمجھنے لگتے ہیں۔

سوال نمبر 3:۔اہل لغت نے لفظ محبت کے کتنے معنی بیان کیے ہیں؟

اہل لغت کے لفظ محبت کے لیے بیان کردہ معانی درج ذیل ہیں:

1. اہل لغت کہتے ہیں کہ: محبت حبه سے ماخوذ ہے اور حبه کے معنی تخم کے ہیں جو زمین پر گرتا ہے۔لہذا حب کا نام جب رکھا گیا۔چنانچہ اصل حیات اسی میں ہے۔جس طرح اشجار و نباتات میں ہے جب یعنی تخم ہے جس طرح میدان میں بیج کو بکھیرا جاتا ہے اور مٹی میں چھپایا جاتا ہے پھر اس پر پانی برستا ہے آبیاری کی جاتی ہے۔سورج چمکتا ہے گرم و سرد موسم گزرتا ہے لیکن زمانہ کے تغیرات اسے نہیں بدلتے جب وقت آتا ہے تو وہ تخم اگتا ہے پھل و پھول دیتا ہے اس طرح جب محبت کا بیج دل میں جگہ پکڑتا ہے تو اسے حضور و غیبت، بلا و ابتلاء مشقت، راحت و لذت اور فراق و صال کوئی چیز نہیں بدل سکتی۔
2. نیز اہل لغت یہ بھی کہتے ہیں کہ: محبت حب سے مشتق ہے اور حب وہ دانہ ہے جس میں پانی بکثرت ہو اور اوپر سے وہ ایسا محفوظ ہو کہ چشموں کا پانی اس میں داخل نہ ہو سکے۔یہی حال محبت کا ہے کہ جب وہ طالب کے دل میں جاگزیں ہو جاتا ہے تو اس کا دل اس سے پر ہو جاتا ہے پھر اس دل میں محبوب کے کلام کے سوا کوئی جگہ نہیں رہتی۔
3. ایک معنی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ: حب ان چار لکڑیوں کا نام ہے جو باہم جڑی ہوئی ہوں۔جس پر آفتابہ رکھا جاتا ہے یعنی تپائی وغیرہ۔لہذا جب اسی لئے کہتے ہیں کہ محبت کرنے والا، محبوب کی عزت و ذلت، رنج و راحت بلاؤ مشقت اور جفا و وفا کو برداشت کرتا ہے اور یہ باتیں اس پر گراں نہیں گزرتیں۔
4. ایک معنی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ: محبت، حبوب سے ماخوذ ہے جو حبه کی جمع ہے اور حبه وہ دل ہے جو لطائف کا مقام اور ان کے قیام کی جگہ ہے۔اس لئے محبت کا نام حب رکھا گیا یہ تسمیہ حال باسم محل ہے اہل عرب کا رواج ہے کہ چیز کا نام اس کے مقام کے موافق رکھ دیتے ہیں۔
5. یہ بھی کہا گیا ہے کہ: محبت، حباب سے ماخوذ ہے جس کے معنی پانی کے جوش کے ہیں اور شدید بارش میں پانی کے بلبلے جو اٹھتے ہیں اسی لئے محبت نام رکھا گیا ہے۔

6. یہ بھی کہتے ہیں کہ :حب ایسا نام ہے جو محبت کی صفائی کے لئے وضع کیا گیا ہے اس لئے اہل عرب، انسان کی آنکھ کی سفیدی کی صفائی کو محبتہ الانسان کہتے ہیں۔ جس طرح دل کے نکتہ کی صفائی کو حبۃ القلب کہتے ہیں۔ دل کا نکتہ محبت کی جگہ اور آنکھ کی سفیدی دیدار کا مقام ہے۔

سوال نمبر 4:۔ محبت کے بارے حضرت شبلی ؒ نے کیا فرمایا؟

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

سمیت المحبۃ لانھا تمحو من القلب ماسوی المحبوب

ترجمہ: محبت اسی لئے نام رکھا گیا ہے کہ وہ دل سے محبوب کے ماسوی کو مٹا دیا ہے۔

سوال نمبر 5:۔ استعمال محبت میں علماء کے کتنے خیالات ہیں؟

واضح رہنا چاہئے کہ استعمال محبت میں علماء کے تین خیال ہیں :

ایک یہ کہ : محبوب سے ایسی ارادت ہو کر نفس کو قطعی چین حاصل نہ ہو اور نہ دل کو مناو خواہش اور میلان وانسیت ہو۔ ان ذات اللہ تبارک پر نہ معانی کا تعلق ذات قدیم اللہ تبارک وتعالی پر جائز نہیں ہے یہ تمام تعلقات صرف مخلوق ہی کے لئے ہیں اور وہی ایک دوسرے کے ہم جنس ہیں۔ اللہ تعالی ان معانی سے مستغنی اور برتر ہے۔

دوسرا خیال، بمعنی احسان ہے۔ یہ اس بندے کے ساتھ خاص ہے جسے اللہ تعالی برگزیدہ کر کے ولایت کے کمال پر فائز کر دے اور اسے گونا گوں الطاف واکرام سے نوازے۔

تیسری صورت، بندے پر خوبی کی تعریف کے معنی میں ہے۔

سوال نمبر 6:۔ کیا قرآن وحدیث میں حق تعالی کے متعلق خبر دی جانے والی محبت سماعی صفات سے متعلق ہیں؟

متکلمین کی ایک جماعت کہتی ہے کہ قرآن وحدیث میں حق تعالی کی جس محبت کی خبر ہمیں دی گئی ہے وہ تمام سماعی صفات سے تعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً: دید، استوی کی کیفیت وغیرہ۔ اگر کتاب وسنت ان پر ناطق نہ ہوتے تو ان کا وجود، ازروے عقل حق تعالی کے لئے محال ہوتا۔ لہذا ہم اسی کی شان کے لائق محبت کا اس بات کرتے ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں نیز اس میں عقل کے ذریعے تصرف کرنے سے توقف کرتے ہیں متکلمین کی وضاحت سے مراد یہ ہے کہ وہ حق تعالی کے لیے اس لفظ کا اطلاق ازروئ عقل جائز نہیں جانتے۔

سوال نمبر 7:۔ محبت الہی کی حقیقت کیا ہے؟

واضح رہنا چاہئے کہ بندے کے لئے حق تعالی کی محبت کا مطلب، اس کی طرف سے بھلائی کا ارادہ ہے وہ بندے پر رحم فرماتا ہے اور ارادے کے ناموں میں سے ایک نام محبت بھی ہے جیسے رضا، ناراضگی، رحمت اور مہربانی وغیرہ ہیں۔ ان اسماء صفات کو بھی حق تعالی کے ارادہ کے سوا پر محمول نہ کرنا چاہئے یہ حق تعالی کی ایک قدیم صفت ہے کہ اس نے اپنے افعال کو ان اوصاف کے ساتھ یاد فرمایا ہے۔ لہذا حکم مبالغہ اور اظہار فعل میں بعض صفت، بعض سے اخص ہے۔

سوال نمبر 8:۔ صوفیاء کے نزدیک محبت کی کتنی قسمیں ہیں؟

صوفیاء کے نزدیک محبت کی دو قسمیں ہیں:

1. ایک یہ کہ جنس کی محبت دوسرے ہم جنس کے ساتھ ہو ایسی محبت میلان طبع اور نفس پرستی کہلاتی ہے ایسا طالب محبوب کی ذات کا عاشق اور اس پر فریفتہ ہوتا ہے۔
2. دوسری قسم یہ کہ ایک جنس کی محبت کسی غیر جنس کے ساتھ ہو ایسی محبت اپنے محبوب کی کسی صفت پر سکون و قرار حاصل کرنا ہوتا ہے تاکہ وہ اس خوبی سے راحت پائے، اور انس حاصل کرے مثلاً محبوب کا کلام سننا یا اس کے دیدار کا خواہاں ہونا وغیرہ۔

سوال نمبر 9:۔ حق تعالیٰ سے محبت رکھنے والے حضرات کتنی طرح کی ہیں؟

حق تعالیٰ سے محبت رکھنے والے حضرات دو طرح کے ہیں:

1. ایک تو وہ جنہوں نے اپنے اوپر حق تعالیٰ کا انعام واحسان دیکھا اور اس کے دیکھنے کی وجہ سے منعم و محسن کی محبت کے متقاضی ہوئے۔
2. دوسرے وہ جو تمام احسانات و انعام کو غلبہ محبت میں مقام حجاب تصور کرتے ہیں اور نعمتوں پر نظر کرنے کی بجائے ان کا طریق، نعمت دینے والے کی طرف ہوتا ہے یہ مقام پہلے کے مقابلہ میں بہت ارفع ہے۔

سوال نمبر 10:۔ کون سے شیخ محبت میں خاص مذہب رکھتے ہیں؟

طریقت کے مشائخ میں سے حضرت سمنون الحب رحمۃ اللہ علیہ تو محبت میں خاص مذہب و مشرب رکھتے ہیں۔ ان کا ارشاد ہے کہ:

محبت تو راہ خدا کی اساس و بنیاد ہے اس پر تو تمام احوال و مقامات اور منازل کی بنا ہے. اور ہر منزل و محل میں خواہ طالب کہیں گامزن ہو اس کا اس سے زوال ممکن ہے لیکن حق تعالیٰ کی محبت کے مقام میں اس کا زوال ممکن نہیں۔

سوال نمبر 11:۔ محبت کے سلسلے میں کون سے مقولے عام زبان زد ہیں؟

محبت کے سلسلہ میں یہ مقولے عام زبان زد ہیں:

1. عند التائبین اوجد من انین و حنین (توبہ کرنے والوں کے نزدیک نالہ و فغاں سے زیادہ ظاہر ہے۔)
2. وعند الاتراك اشهر من الفتراك (ترکوں کے نزدیک، شکار بند سے زیادہ مشہور ہے۔)
3. وسبی الحب عند الهنود ازهر من سبی المحمود و رحم ولهبقصة

ترجمہ: ہندوؤں کے نزدیک محبوب و محب کا غزنوی کی قید یا اس کی مہربانی یا اس کی سختی سے زیادہ ظاہر ہے۔

4. الحب والحبيب عند الروم اشهر من الصليب قصة الحب فی العرب ادب فی كل حيی منه طرب اوويل وحزن

ترجمہ: رومیوں کے نزدیک محبوب و محب کا قصہ، صلیب سے زیادہ مشہور ہے۔ عرب کے ہر قبیلہ کا ادب، محبت کا قصہ ہے جو خوشی، رنج، افسوس، جنگ اور غم سے زیادہ پیارا ہے۔

سوال نمبر 12:۔ حضرت عمرو بن عثمان مکیؒ محبت کے بارے کیا فرماتے ہیں؟

حضرت عمرو بن عثمان مکی رحمۃاللہ علیہ کتاب محبت میں فرماتے ہیں کہ:

اللہ نے قلوب کو ان کے اجسام سے سات ہزار سال قبل پیدا فرمایا اور انہیں اپنے قرب خاص میں رکھا۔اس کے بعد محبت کے درجہ میں رکھا پھر ان کے باطن کو ان کے اجسام سے سات ہزار سال قبل پیدا کیا اور انہیں وصل کے درجہ میں رکھا اور روزانہ تین سو ساٹھ مرتبہ ظہور جمال سے باطن کو تجلی بخشی اور تین سو ساٹھ مرتبہ نظر کرامت ڈالی پھر محبت کا کلمہ سنایا اور تین سو ساٹھ مرتبہ دلوں پر انس و محبت کے لطائف ظاہر کئے یہاں تک کہ انہوں نے ساری کائنات پر نظر ڈالی تو کسی مخلوق کو اپنے سے زیادہ صاحب کرامت نہ پایا۔اس بنا پر ان میں فخر و غرور پیدا ہوا اس وقت اللہ تعالی نے ان سب کا امتحان لیا اور باطن کو جسم میں مقید کر کے روح کو دل میں محسوس کیا اور دل کو جسم میں رکھا پھر عقل کو ان میں شامل کیا اور انبیاء علیہم السلام کو بھیج کر انہیں حکم دیا۔اس کے بعد جو اپنے مقام کا متلاشی ہوا حق تعالی نے اسے نماز کا حکم دیا تاکہ جسم تو نماز میں ہو اور دل محبت الٰہی میں اور جان قربت کا مقام حاصل اور باطن وصال حق سے سکون و قرار پائے۔

سوال نمبر 13:۔ لفظ عشق کے استعمال کے سلسلہ میں مشائخ کے اقوال تحریر کریں۔

لفظ عشق کے استعمال کے سلسلہ میں مشائخ کے بکثرت اقوال ہیں چنانچہ :

1. ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ بندہ کو حق تعالی کا عشق ہو سکتا ہے لیکن حق تعالی کو کسی سے عشق ہو یہ سمجھنا جائز نہیں ہے۔یہ جماعت یہ بھی کہتی ہے کہ عشق ایسی صفت ہے جو اپنے محبوب سے روکا گیا ہو چونکہ بندہ کو حق تعالی سے روکا گیا ہے اور حق تعالی بندہ سے رکا ہوا نہیں ہے اس لئے بندہ پر تو عشق کا استعمال جائز ہے لیکن حق تعالی کے لئے اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔
2. ایک جماعت کا نظریہ ہے کہ بندہ کا حق تعالیٰ پر عاشق ہونا بھی جائز نہیں ہے اس لئے کہ حد سے بڑھ جانے کا نام عشق ہے اور حق تعالی محدود نہیں ہے۔
3. صوفیائے متاخرین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی کی ذات کا عشق دونوں جہان میں درست نہیں ہو سکتا البتہ ادراک ذات کا عشق ممکن ہے مگر حق تعالی کی ذات مدرک نہیں ہے لہذا اس کی کسی صفت کے ساتھ ہی عشق و محبت درست ہو سکتا ہے اس کی ذات کے ساتھ درست نہیں ہو سکتا ہے۔
4. نیز بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ عشق، دیدار کے بغیر حاصل نہیں ہوتا البتہ محض سماعت کے ذریعہ محبت جائز ہو سکتی ہے۔چونکہ عشق کا تعلق نظر سے ہے اور یہ حق تعالی پر ممکن نہیں کیونکہ دنیا میں کسی نے اس کو نہیں دیکھا۔
5. صوفیا کی ایک جماعت کا نظریہ یہ ہے کہ چونکہ عشق کی کوئی ضد نہیں ہے اور حق تعالی کی بھی کوئی ضد نہیں ہے لہذا اس سے زیبا ہے اس پر یہ جائز ہو۔

سوال نمبر 14:۔ حضرت ابو القاسم قشیریؒ محبت کے بارے کیا فرماتے ہیں؟

حضرت استاذ ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

المحبۃ محو المحب بصفاتہ واثبات المحبوب بذاتہ

ترجمہ: محبت وہ ہے کہ وہ اپنی تمام صفتوں کو محبوب کی طلب اور اس کی ذات کے اثبات میں فنا کر دے۔

سوال نمبر 15:۔ حضرت حسین بن منصور حلاجؒ کا آخری کلام کیا تھا؟

مشہور ہے کہ حضرت حسین بن منصور حلاج جب تختہ دار پر چڑھائے گئے تو ان کا آخری کلام یہ تھا کہ :

حب الواحد افراد الواحد (ایک کی دوستی ایک کو یگانہ بنانا ہے)

محب کے لئے یہ کتنا خوشی کا مقام ہے کہ اپنی ہستی کو راہ محبت میں فنا کردے۔ اور نفس کا اختیار محبوب کے پانے میں صرف کر کے خود کو فنا کردے۔

سوال نمبر16:۔ حضرت بایزید بسطامیؒ نے محبت کے بارے کیا فرمایا؟

حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

المحبة استقلال الكثير من نفسك واستكثار القليل من حبيبك

ترجمہ: محبت یہ ہے کہ اپنے بہت کو تھوڑا جانے اور محبوب کے تھوڑے کو بہت جانے۔

سوال نمبر17:۔ حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ نے محبت کے بارے کیا فرمایا؟

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃاللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

المحبة معانقة الطاعات ومبائنة المخالفات

ترجمہ: محبت یہ ہے کہ محبوب کی طاعتوں میں ہی ہم آغوش رہے اور اس کی مخالفتوں سے ہمیشہ بچتا رہے۔

سوال نمبر18:۔ حضرت سمنون المحبؒ نے محبت کے بارے کیا فرمایا؟

حضرت سمنون محب رحمۃاللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

ذهب المحبون الله شرف الدنيا والآخره لان النبى ﷺ قال المرء مع من احب

ترجمہ: محبوبان خدا تو دنیا و آخرت کی شرافت کے ساتھ واصل بحق ہیں۔

کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ :

آدمی اس کے ساتھ رہے گا جس سے اسے زیادہ محبت ہے۔

سوال نمبر19:۔ حضرت یحیی بن معاذ رازیؒ نے محبت کے بارے کیا فرمایا؟

حضرت یحیی بن معاذ رازی رحمۃاللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

حقيقة المحبته لا ينقص بالجفاء ولا يزيد بالبر والعطاء

ترجمہ: حقیقی محبت، نہ ظلم سے کم ہوتی ہے اور نہ نیکی وعطاء سے بڑھتی ہے۔

سوال نمبر20:۔ محبت کا دعوی کرنے والوں کا حضرت شبلیؒ نے کیسے امتحان لیا؟

حضرت شبلی رحمتہ اللہ علیہ کو دیوانگی کے الزام میں شفاخانہ میں داخل کر کے محبوس کر کے کچھ لوگ بغرض ملاقات ان کے پاس گئے آپ نے ان سے پوچھا تم کون ہو؟ لوگوں نے کہا: ہم آپ سے محبت کرنے والے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے پتھر مارنے کے لئے اٹھایا۔ لوگ سب بھاگ

کھڑے ہوئے۔اس وقت آپ نے فرمایا اگر تم مجھ سے سچی محبت کرنے والے ہوتے تو مار کے ڈر سے نہ بھاگتے۔اس لئے کہ محبین محبوب کی بلا سے بھاگا نہیں کرتے۔

باب نمبر 22: زکوٰۃ کا بیان

سوال نمبر 1:۔ زکوٰۃ کے بارے اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا؟

زکوٰۃ کے بارے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ (نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔)

سوال نمبر 2:۔ زکوٰۃ کب واجب ہوتی ہے اور کتنی ادا کرنی ہوتی ہے؟

تکمیل نصاب پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ مثلاً: جس کے پاس دو سو درہم ہوں تو یہ کامل نصاب ہے اس پر مالکانہ حیثیت سے پانچ درہم زکوٰۃ واجب ہے اور میں (۲۰) دینار بھی ایک پورا نصاب اور کامل نعمت ہے اس پر نصف دینار زکوٰۃ واجب ہے اور پانچ اونٹ بھی پوری نعمت ہے اس پر ایک بکری واجب ہے دیگر احوال کی زکوٰۃ کا بھی یہی حال و قاعدہ ہے۔

سوال نمبر 3:۔ کیا مرتبہ کی زکوٰۃ ہوتی ہے؟

جس طرح مال کی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اسی طرح مرتبہ کی زکوٰۃ بھی واجب ہوتی ہے کیونکہ وہ بھی ایک پوری نعمت ہوتی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ اللہَ تَعَالٰی فَرَضَ عَلَیۡکُمۡ زَکٰوۃَ جَاھِکُمۡ کَمَا فَرَضَ عَلَیۡکُمۡ زَکٰوۃَ مَالِکُمۡ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تمہارے مرتبہ کی زکوٰۃ بھی اسی طرح فرض کی ہے جیسا کہ تمہارے مال پر فرض کی۔

سوال نمبر 4:۔ گھر کی زکوٰۃ کیا ہے؟

حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ لِکُلِّ شَیۡءٍ زَکٰوۃً وَزَکٰوۃُ الدَّارِ بَیۡتُ الضِّیَافَۃِ

ترجمہ: یقیناً ہر چیز کے لئے زکوٰۃ ہے اور گھر کی زکوٰۃ مہمان کو ٹھہرانا اور اس کی مہمان نوازی کرنا ہے۔

سوال نمبر 5:۔ زکوٰۃ کی حقیقت بیان کریں۔

زکوٰۃ کی حقیقت، شکران نعمت ہے جو اسی جنس کی نعمت کے ساتھ ادا کی جائے چونکہ تندرستی ایک بڑی نعمت ہے لہذا ہر عضو کی زکوٰۃ بھی واجب ہے اور اس کی ادائیگی یہ ہے کہ اپنے تمام اعضاء کو عبادت میں مشغول رکھا جائے اور کسی کھیل کود میں نہ لگایا جائے تا کہ نعمت کی زکوٰۃ کا حق ادا ہو۔

سوال نمبر 6:۔ کیا باطنی نعمت کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے؟

باطنی نعمت کی بھی زکوۃ واجب ہوتی ہے چونکہ باطنی نعمت بے حدوحساب ہے اس لئے اس کی حقیقت کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا اس میں ہر شخص کے لئے اپنے اندازہ کے مطابق اس کی زکوۃ واجب ہے اور وہ ظاہری و باطنی نعمتوں کا عرفان ہے۔جب بندہ جان لے کہ حق تعالیٰ کی نعمتیں اس پر بے اندازہ ہیں تو وہ اس کا شکر بھی بے اندازہ بجالائے اس لئے کہ بے اندازہ نعمتوں کی زکوۃ کے لئے ،بے اندازہ شکر درکار ہے۔

سوال نمبر7:۔اہل طریقت کے نزدیک غیر محمود زکوۃ کونسی ہے؟

اہل طریقت کے نزدیک زکوۃ کی تمام قسموں میں سب سے زیادہ غیر محمود زکوۃ دنیاوی نعمت کی زکوۃ ہے کیونکہ اس میں بخل کا وجود ہے حالانکہ انسان کے لئے بخل مذموم صفت ہے۔کیا یہ بخل کا کمال نہیں ہے کہ دوسو درہم کوئی شخص سال بھر تک قبضہ میں رکھنے اور ایک سال کے بعد اس میں سے پانچ درہم زکوۃ نکالے۔حالانکہ کریم وسخی کا طریق مال خرچ کرنا ہے نہ کہ مال کو جمع رکھنا۔جب سخاوت کی عادت ہوگی تو زکوۃ کہاں سے واجب ہوگی۔

سوال نمبر8:۔حضرت شبلیؒ اور ظاہری عالم کا زکوۃ پر واقعہ تحریر کریں۔

ایک ظاہری عالم نے بغرض تجربہ حضرت شبلی رحمۃاللہ علیہ سے دریافت کیا کہ کتنی مقدار پر زکوۃ کا وجوب ہے۔آپ نے فرمایا جب بخیل کے پاس دوسو درہم مال موجود ہو تو تمہارے طریقہ میں پانچ درہم اور ہر بیس دینار پر نصف دینار زکوۃ واجب ہے لیکن ہمارے طریق میں کسی چیز کو اپنی ملکیت میں نہ رکھنا واجب ہے تاکہ زکوۃ کی مشغولیت سے بے نیاز رہے۔اس عالم نے پوچھا اس مسئلہ میں آپ کا امام اور رہنما کون ہے؟آپ نے فرمایا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں کہ انہوں نے جو موجود تھا سب دے دیا۔حضور نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا:

مَا خَلَّفْتَ لِعِيَالِكَ (تم نے اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا؟)

انہوں نے عرض کیا: اللهَ وَرَسُولُهُ (اللہ اور اس کا رسول)

سوال نمبر9:۔بنت لبون پر داتا صاحبؒ اور جاہل کا واقعہ بیان کریں۔

حضور سیدنا داتا گنج بخش رحمۃاللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

میں ایک دن صوفیوں کی ایک جماعت کو پڑھا رہا تھا چونکہ وہ لوگ مبتدی تھے ان کو مفہوم سمجھا رہا تھا ایک جاہل درمیان میں دخل انداز ہوا۔میں اس وقت اونٹ کی زکوۃ کے مسائل بیان کر رہا تھا اور بنت لبون ،بنت مخاض اور حقہ کے احکام سمجھا رہا تھا اس جاہل مرکب کے دل میں یہ بات تنگی کا موجب بنی وہ اٹھ کھڑا ہوا اور مجھ سے کہنے لگا میرے پاس اونٹ نہیں ہیں۔بنت لبون کا علم میرے کس کام آئے گا؟میں نے اس سے کہا اے شخص!جس طرح ہمیں زکوۃ دینے کے لئے علم کی حاجت ہے اسی طرح ہمیں زکوۃ وصول کرنے کے لئے بھی علم کی ضرورت ہے اگر کوئی مجھے بنت لبون دے اور تو اسے لے لے تو اس وقت بھی یہی کہے گا کہ مجھے بنت لبون کے علم کی ضرورت نہیں اگر کسی کے پاس مال نہ ہو اور مال کے حصول کی کوئی صورت نہ ہو تو کیا اس سے علم کی فضیلت جاتی رہے گی۔

سوال نمبر10:۔زکوۃ لینے یا نہ لینے پر مشائخ طریقت کے کتنے گروہ ہیں؟

مشائخ طریقت میں سے کچھ حضرات تو وہ ہیں جو زکوۃ کے لینے کو گوارا کرتے ہیں اور کچھ حضرات وہ ہیں جو زکوۃ لینے کو ناپسند کرتے ہیں جن حضرات کا فقر اختیاری ہوتا ہے وہ مال زکوۃ نہیں لیتے وہ کہتے ہیں کہ ہم مال جمع نہیں کرتے کہ ہمیں زکوۃ دینی پڑے گی اور دنیاداروں سے لینا بھی گوارہ

نہیں کرتے کہ اس میں ان کا ہاتھ اونچا رہتا ہے اور ہمارا ہاتھ نیچا۔ جن حضرات کا فقر اختیاری نہ ہو بلکہ اضطراری ہو وہ زکوۃ لے لیتے ہیں۔اس کی وجہ یہ نہیں کہ انہیں مال زکوۃ کی ضرورت ہے بلکہ اس بنا پر کہ وہ چاہتے ہیں کہ اپنے مسلمان بھائی کی گردن سے فریضہ اتر جائے۔

سوال نمبر 11:۔ جود و سخا کے بارے رسول اللہ ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا؟

نبی کریم ﷺ نے جود و سخا کے بارے کیا ارشاد فرمایا ہے کہ:

السَّخِی قَرِیبٌ مِّنَ الْجَنَّةِ وَبَعِیدٌ مِنَ النَّارِ وَالْبَخِیلُ قَرِیبٌ مِّنَ النَّارِ وَبَعِیدٌ مِنَ الْجَنَّةِ

ترجمہ: سخی جنت سے قریب اور دوزخ سے دور ہے اور بخیل دوزخ سے قریب اور جنت سے دور ہے۔

سوال نمبر 12:۔ کیا حق تعالیٰ کو سخی کہہ سکتے ہیں؟

اہل علم کے نزدیک جود و سخا کے ایک ہی معنی صفات بشریہ میں ہیں۔ حق تعالیٰ کو جواد تو کہہ سکتے ہیں مگر سنی نہیں کہہ سکتے کیونکہ حق تعالیٰ کے تمام اسماء وصفات توفیقی ہیں حق تعالیٰ نے اپنے آپ کو جواد تو فرمایا لیکن سخی نہیں کہلوایا ہے اور نہ کسی حدیث میں خدا کی صفت سخی وارد ہے اجماع امت اور اتفاق اہل سنت کے نزدیک بھی یہ جائز نہیں ہے کہ باعتبار عقل ولغت، اللہ تعالیٰ کو کسی نام سے پکارا جائے جب تک کہ کتاب و سنت اس پر ناطق نہ ہو۔ مثلاً خدا کے اسماء حسنیٰ میں عالم ہے باجماع امت اسے عالم تو کہہ سکتے ہیں لیکن عاقل وفقیہ نہیں کہہ سکتے۔ اگرچہ عالم، عاقل اور فقیہ کے معنی ایک ہی ہیں۔ اسی طرح بر بنائے توقیف خدا کو جواد تو کہہ سکتے ہیں لیکن عدم توقیف کی بنا پر سخی کا استعمال اس کے لئے درست نہیں

سوال نمبر 13:۔ جواد کا ابتدائی اور کامل مرتبہ کیا ہے؟

بعض اہل علم نے جود و سخا کے درمیان معنی میں کچھ فرق کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ سخی وہ ہوتا ہے جو بخشش و عطا میں امتیاز برتے یعنی وہ کسی غرض و سبب کو ملحوظ رکھے۔ یہ جود کا ابتدائی درجہ ہے لیکن جود کا کامل مرتبہ یہ ہے کہ وہ کسی قسم کا امتیاز نہ برتے اور اس کا فعل بے سبب دیے غرض ہو۔ یہ دونوں حالت دو نبیوں کی ہیں ایک حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی دوسری سیدنا حبیب اللہ ﷺ کی۔ حدیث میں وارد ہے کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام اس وقت تک کھانا نوش نہ فرماتے تھے جب تک کہ کوئی مہمان موجود نہ ہوتا۔ ایک مرتبہ تین دن گزر گئے کوئی مہمان نہ آیا اتفاق سے ایک کافر کا گزر آپ کے دروازے کے آگے سے ہوا۔ آپ نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں کافر ہوں۔ آپ نے فرمایا تو میری مہمانی اور عزت افزائی کے لائق نہیں ہے۔ اس وقت حق تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ اسے خلیل، جسے میں نے ستر (۷۰) سال تک پالا تم نے اسے ایک روٹی تک نہ دی۔

اللہ کے حبیب کا حال یہ ہے کہ جب حاتم طائی کا بیٹا آپ کی بارگاہ میں آیا تو آپ نے اپنی چادر مبارک اس کے نیچے بچھائی اور فرمایا:

إِذَا أَتَاكُمْ كَرِيمَ قَوْمٍ فَأَكْرِمُوهُ (جب کسی قوم کا عزت والا تمہارے پاس آئے تو تم اس کی عزت کرو۔)

مقام غور ہے کہ ایک نبی نے امتیاز برتا اور سخاوت سے ہاتھ کھینچا اور ایک نبی نے امتیاز برتا اور اپنی شان نبوت کے اظہار میں کافر کے لئے چادر مبارک بچھائی۔ اول حضرت ابراہیم کی سخاوت کا حال تھا اور دوسرا ہمارے آقا کے جود کا ذکر پاک۔

سوال نمبر 14:۔ حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ نے صوفی کی بابت کیا فرمایا؟

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

الصوفی دمہ ھدر و ملکہ مباح (صوفی وہ ہے جس کا خون معاف، اور اس کی ملکیت مباح ہو۔)

سوال نمبر 15:۔ سخاوت پر حضرت عبداللہ بن جعفر اور غلام کا واقعہ تحریر کریں۔

اہل علم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما ایک قبیلہ کی چراگاہ سے گزرے وہاں ایک حبشی غلام کو بکریوں کی رکھوالی کرتے دیکھا۔ اسی اثنا میں ایک کتا آیا اور اس غلام کے آگے بیٹھ گیا۔ اس نے ایک روٹی نکال کر کتے کے آگے ڈال دی اس کے بعد دوسری پھر تیسری۔ حضرت عبداللہ نے یہ حال دیکھ کر پوچھا اے غلام تیرا کھانا روزانہ کتنا ہوتا ہے اس نے کہا اتنا ہی جتنا آپ نے دیکھا۔ فرمایا وہ سب کیوں کھلا دیا؟ یہ سن کر اس نے کہا اس لئے کہ یہ جگہ کتوں کی تو ہے نہیں، معلوم ہوتا ہے یہ کہیں دور سے امید لے کر آتا ہے میں نے اچھا نہ جانا کہ اس کی محنت کو ضائع کر دوں۔

حضرت عبداللہ کو یہ بات اس کی بہت اچھی معلوم ہوئی۔ انہوں نے اس غلام کو اور اس کی تمام بکریوں کو مع چراگاہ کے خرید لیا۔ اور غلام کو آزاد کر کے فرمایا یہ سب بکریاں اور یہ چراگاہ تمہیں بخش دیں غلام نے ان کے لیے دعا کی اور بکریوں کو خیرات کر کے چراگاہ وقف کر دی اور خود وہاں سے چلا گیا۔

سوال نمبر 16:۔ امام حسن مجتبیٰؓ کی سخاوت کا کوئی واقعہ تحریر کریں۔

ایک شخص حضرت امام حسن مجتبی بن حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے دروازے پر آیا اور اس نے عرض کیا اے فرزند رسول، مجھ پر چار سو درہم قرض ہیں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اسے چار سو (۴۰۰) درہم دے دیئے جائیں اور خود روتے ہوئے اندر تشریف لے گئے تو لوگوں نے پوچھا اے فرزند رسول رونے کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا اس لئے روتا ہوں کہ میں نے اس شخص کے حال کی جستجو میں کوتاہی کی ہے یہاں تک کہ میں نے اسے سوال کی ذلت میں ڈال دیا۔

سوال نمبر 17:۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی سخاوت پر احادیث تحریر کریں۔

حضور نبی اکرم کا ایک واقعہ ہے کہ بادشاہ حبش نے آپ کی خدمت میں دو نافے کستوری کے تحفہ میں بھیجے۔ آپ نے انہیں ایک بار ہی پانی میں گھول دیا اور اپنے اور اپنے صحابہ کے اوپر مل دیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

ایک شخص حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے اسے دو پہاڑ کے درمیان کی وادی جو بکریوں سے پر تھی عطا فرمادی۔ جب کے وہ اپنی قوم میں گیا تو اس نے کہا اے لوگو! جاؤ تم سب مسلمان ہو جاؤ کیونکہ حضرت محمد رسول اللہ اتنا زیادہ عطا فرماتے ہیں کہ آپ اپنی درویشی سے بھی نہیں ڈرتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ:

حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں اسی ہزار (80,000) درہم لائے گئے آپ نے ان سب کو ایک چادر پر پھیلا دیا اور جب تک ان سب کو تقسیم نہ فرمادیا اپنی جگہ سے نہ اٹھے۔ حضرت علی مرتضی فرماتے ہیں کہ میں دیکھ رہا تھا کہ آپ کے شکم اطہر پر بھوک کی وجہ سے پتھر بندھا ہوا تھا۔

باب نمبر 23: روزے کا بیان

سوال نمبر1:۔روزے کے بارے اللہ تعالی نے کیا ارشاد فرمایا؟

اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ (اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں۔)

سوال نمبر2:۔روزے کے بارے رسول اللہ ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا؟

حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جبریل علیہ السلام نے مجھے خبر دی ہے کہ حق تعالی فرماتا ہے:

الصَّوْمُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ (روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔)

سوال نمبر3:۔جنت میں کون ہمیشہ رہے گا؟

علماء فرماتے ہیں کہ دخول جنت تو رحمت کے طفیل میں ہوگا۔اور وہاں درجات عبادت کے صدقہ میں اور ہمیشہ رہنا روزے دار کے لئے ہوگا۔کیونکہ حق تعالی فرماتا ہے میں ہی اس کی جزا دوں گا۔

سوال نمبر4:۔روزہ رکھنے والے مشائخ کی کتنی صورتیں ہیں؟

بکثرت مشائخ ایسے ہیں کہ وہ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے اور بعض مشائخ کو دیکھا کہ وہ صرف ماہ رمضان المبارک کے روزے رکھتے تھے۔ان کا یہ عمل اس لئے تھا کہ رمضان کے روزے سے ثواب حاصل ہو اور ماسوی دنوں میں روزہ نہ رکھ کر ریاکاری سے محفوظ رہیں۔میں نے ایسے مشائخ کو بھی دیکھا ہے کہ جن کو روزہ دار ہوتے ہوئے بھی کوئی نہ جانتا تھا کہ وہ روزے سے ہیں۔اگر کوئی کھانا سامنے لے آتا تو کھا بھی لیتے (اور نفل روزہ افطار کر لیتے تاکہ روزہ دار ہونا معلوم نہ ہو) یہ طریقت سنت کے زیادہ موافق ہے۔کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ جب ایک دن ان کے یہاں تشریف لائے تو دونوں نے عرض کیا:

أَنَا خَبَأْنَا لَكَ حَيْسًا قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَمَّا إِنِّي كُنْتُ أُرِيدُ الصَّوْمَ وَلَكِنْ قَرِّبِيهِ سَأَصُومُ يَوْمَ مَكَانِهِ

ترجمہ: یارسول اللہ ہم نے آپ کے لئے گوشت پکایا ہے حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے تو آج روزے کا ارادہ کیا تھا لیکن لاؤ میں اس کے بدلے کا روزہ رکھ لوں گا۔

سوال نمبر5:۔حضور نبی اکرم ﷺ کن ایام میں روزہ رکھا کرتے تھے؟

احادیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ ایام بیض (یعنی چاند کی 14,13 اور 15 تاریخوں میں اور محرم کے 10 دنوں میں روزے رکھا کرتے تھے اور ماہ رمضان اور شعبان میں بھی روزے رکھتے تھے۔

حدیث میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ آپ داؤدی روزے رکھا کرتے تھے اور اسے خیر الصیام فرمایا کرتے تھے۔

سوال نمبر6:۔روزے کی حقیقت کیا ہے؟

روزے کی حقیقت رکنا ہے،اور پوری طریقت اس میں پنہاں ہے۔روزے میں ادنی درجہ، بھوکا رہنا ہے کیونکہ:

الْجُوعُ طَعَامُ اللهِ فِي الْأَرْضِ

ترجمہ: بھوکا رہنا زمین پر خدا کا طعام (کھانا) ہے۔(بھوکے رہنے کو شریعت اور عقل دونوں پسند کرتے ہیں۔)

سوال نمبر 7:۔ کس پر رمضان کے روزے فرض ہیں؟

ہر مسلمان، عاقل، بالغ، تندرست و مقیم پر صرف ایک ماہ رمضان کے روزے فرض ہیں۔ جو رمضان کا چاند دیکھنے سے شوال کا چاند دیکھنے تک ہیں۔ ہر روزے کے لئے نیت درست اور ادائیگی میں صدق و اخلاص ہونا چاہئے۔

سوال نمبر 8:۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے داتا صاحب کو خواب میں کیا نصیحت فرمائی؟

حضور سید نا داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے کوئی نصیحت فرمائیے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

احبس حواسك (اپنے حواس کو قابو میں رکھو۔)

یہ مکمل مجاہدہ ہے۔ اس لئے کہ تمام علوم کا حصول انہی پانچ دروازوں سے ہوتا ہے دیکھنے سے، سونگھنے سے، چکھنے سے، سننے سے اور چھونے سے۔

سوال نمبر 9:۔ روزہ کا حقیقی مقصد کیا ہے؟

روزہ کا حقیقی مقصد نفسانی خواہش اور دنیاوی کھیل کود سے بچنا ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ (کیا ہم نے پیغمبروں کے جسموں کو ایسا نہیں بنایا کہ وہ کھانا نہ کھائیں)

نیز فرمایا:

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا (کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار پیدا کیا۔)

مطلب یہ ہے کہ ہم نے ہر طبیعت کو کھانے کا حاجت مند بنایا اور ہر مخلوق کے لئے اس کی خاطر حیلہ بہانا پیدا فرمایا۔ لہذا رکنا تو کھیل کود اور حرام چیزوں سے چاہئے نہ کہ حلال چیزوں کے کھانے سے۔

سوال نمبر 10:۔ صومِ وصال یعنی مسلسل اور پے در پہ روزے رکھنے کے بارے رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا؟

صوم وصال یعنی مسلسل اور پے در پے روزے رکھنے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے ممانعت مروی ہے۔ کیونکہ آپ نے جب صوم وصال رکھا تو صحابہ کرام نے بھی آپ کی موافقت میں روزے رکھنے شروع کر دیئے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا تم صوم وصال نہ رکھو کیونکہ:

انی لَسْتُ كَاَحَدٍ كُمْ إِنِّي أَبِيْتُ عِنْدَ رَبِّكُمْ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِيْنِي

ترجمہ: میں تم میں سے کسی کی مانند نہیں ہوں کیونکہ میں تمہارے رب کے حضور رات گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔

سوال نمبر 11:۔ صومِ وصال پر حضرت شیخ ابو نصر سراجؒ کا طریقہ کار کیا تھا؟

حضرت شیخ ابو نصر سراجؒ جن کو طاؤس الفقر اور صاحب لمع کہا جاتا ہے جب ماہ رمضان آیا تو بغداد پہنچے اور مسجد شونیز یہ میں اقامت فرمائی تو ان کو علیحدہ حجرہ دے دیا گیا اور درویشوں کی امامت ان کے سپرد کر دی گئی۔ چنانچہ عید تک انہوں نے ان کی امامت فرمائی اور تراویح میں پانچ

ختم قرآن کئے۔ ہر رات خادم ایک روٹی ان کے حجرے میں آکر انہیں دے جاتا جب عید کا دن آیا اور وہ نماز پڑھ کر چلے گئے تو خادم نے حجرے میں نظر ڈالی تو تیسوں روٹیاں یونہی اپنی جگہ پر موجود تھیں۔

سوال نمبر 12:۔ صومِ وصال پر حضرت ابراہیم بن ادہم کا طریقہ کار کیا تھا؟

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی بابت مروی ہے کہ وہ ماہ رمضان میں اول سے آخر تک کچھ نہ کھاتے تھے۔ حالانکہ شدید گرمی کا زمانہ تھا اور روزانہ گندم کی مزدوری کو جایا کرتے تھے۔ جتنی مزدوری ملتی تھی وہ سب درویشوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے اور رات بھر عبادت کرتے تھے نمازیں پڑھتے یہاں تک کہ دن نکل آتا تھا وہ لوگوں کے ساتھ ان کی نظروں کے سامنے رہتے تھے لوگ دیکھا کرتے تھے کہ وہ نہ کچھ کھاتے ہیں اور نہ پیتے ہیں رات کو سوتے بھی نہیں۔

سوال نمبر 13:۔ صومِ وصال کی وضاحت تحریر کریں۔

صوم وصال رکھنا بغیر اس کے کہ کسی فرمان الٰہی میں خلل واقع ہو کرامت ہے اور کرامت۔ کا محل خاص ہوتا ہے نہ کہ عام۔ پھر جس کا حکم عام نہ ہو وہ معاملہ ہر جگہ درست نہیں ہوتا کیونکہ اگر کرامت کا اظہار عام ہوتا تو ایمان جبری ہوتا اور عارفوں کے لئے معرفت میں ثواب نہ ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ چونکہ صاحب معجزہ تھے تو آپ سے صوم وصال (بطور معجزہ) ظاہر ہوا اور اہل کرامت کے لئے، کرامت کے اظہار کی ممانعت ہے اور یہ کہ کرامت میں اخفا شرط ہے جس طرح معجزے کے لئے اظہار شرط ہے۔ یہ فرق معجزہ اور کرامت کے درمیان واضح ہے۔ لہٰذا ہدایت یافتہ کے لئے اتنی ہی وضاحت کافی ہے۔

سوال نمبر 14:۔ چلہ کشی کی اصل حقیقت کیا ہے؟

مشائخ طریقت کی چلہ کشی کی اصل، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حال سے متعلق ہے کیونکہ انہوں نے بوقت مکالمہ پہلے چلہ کشی کی اور یہ صحیح ہے کہ مشائخ جب چاہتے ہیں کہ باطن میں رب العزت سے ہم کلام ہوں تو وہ چالیس روز بھوکے رہتے ہیں اور جب تیس دن گزر جاتے ہیں تو مسواک کرتے ہیں اس کے بعد دس روز مزید گزارتے ہیں۔ بلاشک وشبہ اللہ تعالیٰ ان کے باطن کے ساتھ ہم کلام ہوتا ہے اس لئے انبیاء علیہم السلام کے لئے جو کچھ ظاہر طور پر جائز ہوتا ہے کو وہ سب اولیاء پر باطنی طور پر جائز ہوتا ہے۔ لہٰذا حق تعالیٰ کے کلام کی سماعت، جب تک طبیعت اپنے حال پر ہے جائز نہیں ہوتی۔ اس لئے چاروں طبائع کو چالیس دن تک کھانا پینا ترک کر کے مغلوب کرتے ہیں تاکہ لطائف روح اور محبت کی صفائی کے لئے کامل ولایت حاصل ہو جائے۔

سوال نمبر 15:۔ فاقہ کشی کی وضاحت تحریر کریں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ

ترجمہ: ضرور بالضرور ہم تمہیں کچھ خوف اور بھوک اور مال و جان اور پھولوں کی کمی سے آزمائیں گے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

بَطْنٌ جَائِعٌ أَحَبُّ إِلَى اللهِ تَعَالَى مِنْ سَبْعِينَ عَابِدٌ عَاقِلٍ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھوکے کا شکم، ستر عاقل عابدوں سے زیادہ محبوب ہے۔

واضح رہنا چاہئے کہ بھوکا رہنا، تمام امتوں اور ملتوں کے نزدیک قابل تعریف ہے اور بزرگی کی علامت۔ کیونکہ ظاہری لحاظ سے بھوکے کا دل زیادہ تیز اور اس کی طبیعت زیادہ پاکیزہ اور تندرست ہوتی ہے خاص کر وہ شخص جو زیادہ پانی تک نہ پیئے اور مجاہدے کے ذریعہ تزکیہ نفس کرے۔ اس لئے کہ بھوکے کا جسم متواضع اور دل خشوع والا ہوتا ہے۔ کیونکہ بھوک نفسانی قوت کو فنا کر دیتی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

اَجِیْعُوا بُطُوْنَکُمْ وَاظْمَئُوا أَکْبَادَکُمْ وَاعْرُوا أَجْسَادَکُمْ لَعَلَّ قُلُوبَکُمْ تَرَی اللهَ عَیَانًا فِي الدُّنْیَا

ترجمہ: تم اپنے شکموں کو بھوکا، اپنے جگروں کو پیاسا اور اپنے جسموں کو غیر آراستہ رکھو تا کہ تمہارے دل، اللہ تعالیٰ کو دنیا میں ظاہر طور پر دیکھ سکیں۔

سوال نمبر 16:۔ فاقہ کشی کی حقیقت کیا ہے؟

جو شخص بھوک سے بے قرار ہو در حقیقت وہ بھوکا نہیں ہے اس لئے کہ کھانے والے کی نہ۔ طلب غذا کے ساتھ ہے۔ لہٰذا جس کا درجہ بھوک ہے وہ غذا کے نہ پانے کی وجہ سے ہے نہ کہ غذا کو چھوڑنے کی وجہ سے اور اور نہ جو شخص کھانا موجود ہوتے ہوئے نہ کھائے اور بھوک کی تکلیف، اٹھائے در حقیقت وہی بھوکا ہے اور شیطان کی قید اور نفسانی خواہش کی بندش بھوکے رہنے ہی میں ہے۔

سوال نمبر 17:۔ حضرت کتانی نے فاقہ کشی کے بارے کیا فرمایا؟

حضرت کتانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

من حکم المرید ان یکون فیہ ثلثۃ اشیاء نومہ غلبۃ و کلامۃ ضرورۃ و اکلہ فاقہ

ترجمہ: مرید کی شرط یہ ہے کہ اس میں تین چیزیں موجود ہوں۔ ایک یہ کہ اس کا سونا، غلبہ کے بغیر نہ ہو دوسرے یہ کہ اس کا کلام، ضرورت کے بغیر نہ ہو۔ تیسرے یہ کہ اس کا کھانا فاقہ کے بغیر نہ ہو۔

سوال نمبر 18:۔ فاقہ کشی کتنے دن کی ہوتی ہے؟

بعض مشائخ کے نزدیک کم از کم فاقہ دو دن اور دو راتوں کا ہونا چاہئے اور بعض کے نزدیک تین شبانہ روز اور بعض کے نزدیک ایک ہفتہ اور اور بعض کے نزدیک ایک چلہ کا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ محققین کے نزدیک سچی بھوک ہر چالیس شبانہ روز کے بعد ایک مرتبہ ہوتی ہے اور یہ زندگی کے لئے ضروری ہے۔

سوال نمبر 19:۔ حضرت ابو العباس قصاب نے فاقہ کشی کے بارے کیا فرمایا؟

حضرت ابو العباس قصاب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

میری طاعت و معصیت دو شکلوں میں منقسم ہے جب میں کھاتا ہوں تو معاصی کا خمیر اپنے میں پاتا ہوں اور جب اس سے ہاتھ کھینچ لیتا ہوں تو تمام طاعتوں کی بنیاد اپنے اندر دیکھتا ہوں۔ بھوکے رہنے کا ثمرہ مشاہدہ ہے جس کا قائد و رہنما مجاہدہ ہے۔ لہٰذا مشاہدے کے ساتھ سیری، مجاہدے کے ساتھ بھوکے رہنے سے کہیں بہتر ہے۔ کیونکہ مشاہدہ جوانمردوں کی رزم گاہ ہے اور مجاہدہ بچوں کا کھیل۔

باب نمبر 24: حج کا بیان

سوال نمبر 1:۔حج کے بارے اللہ تعالی نے کیا فرمایا؟

اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ :

وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الۡبَیۡتِ مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَیۡہِ سَبِیۡلًا

ترجمہ:اور اللہ کے لئے لوگوں پر بیت اللہ کا حج فرض ہے جو وہاں تک پہنچنے کی استطاعت رکھیں۔

سوال نمبر 2:۔حج کب فرض ہے؟

فرائض اسلام میں سے ایک مستقل فرض بیت اللہ کا حج ہے جو بندے پر عقل و بلوغ اور اسلام کے بعد صحت قدرت کی حالت میں فرض ہوتا ہے۔

سوال نمبر 3:۔حج کے ارکان تحریر کریں۔

حج کے ارکان درج ذیل ہیں:

1. میقات سے احرام باندھنا
2. عرفات میں ٹھہرنا
3. خانہ کعبہ کی زیارت وطواف وغیرہ(ان تین ارکان پر سب کا اجماع ہے)
4. صفاومروہ کی سعی (اس کے رکن ہونے میں اختلاف ہے۔)

سوال نمبر 4:۔حرم کو حرم کیوں کہتے ہیں؟

حرم کو اس لیے حرم کہا جاتا ہے کہ یہ مقام ابراہیم ہے اور امن و حرمت کی جگہ ہے۔

سوال نمبر 5:۔حضرت ابراہیم کے کتنے مقام ہیں؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو مقام ہیں :

1. پہلا مقام آپ کے جسم اقدس کا
2. دوسرا مقام آپ کے قلب انور کا

جسم کا مقام مکہ مکرمہ ہے اور دل کا مقام خلت ہے لہذا جو شخص آپ کے جسم کے مقام کی زیارت کا ارادہ کرے اس پر لازم ہے کہ وہ تمام لذتوں اور شہوتوں سے منہ موڑ لے۔

سوال نمبر 6:۔حج کا طریقہ تحریر کریں۔

جسم پر کفن پہنے، حلال شکار سے ہاتھ کھینچے۔ حواس کے تمام دروازوں کو بند کرے۔اس کے بعد عرفات میں حاضر ہو۔وہاں سے مزدلفہ مشعر الحرام جائے پھر وہاں سے سنگریزے چنے پھر مکہ مکرمہ پہنچ کر طواف کرے اس کے بعد منی آکر تین روز قیام کر کے جمرات پر سنگریزے پھینکے۔ وہاں سر منڈائے اور قربانی دے کر جیسے چاہے کپڑے پہنے۔اور وہاں سے محبت کے مزدلفہ میں آئے وہاں سے حق سبحانہ کے حرم کے طواف کے لئے سر کو بھیجے اور حرص وخواہش اور دل کے فاسد ارادوں سنگریزوں کو اس امن و سلامتی کی منی میں پھینکے اور نفس کو مجاہدے کے مقام اور اس کی تسخیر گاہ

میں قربان کرے تاکہ مقام خلت حاصل ہو۔ لہذا مکہ مکرمہ میں داخل ہونا گویا دشمن اور اس کی تلوار کی زد سے جائے امن وامان میں آجاتا ہے اور اس مقام خلت میں داخل ہونا گویا قطعیت اور اس کے متعلقات سے مامون و محفوظ رہنا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

الْحَاجُ وَفْدُ اللّٰہِ یُعْطِیھِمْ مَا سَأَلُوا وَیَسْتَجِیبُ لَھُمْ مَا دَعُوا

ترجمہ: حج کرنے والے خدا کے مہمان ہیں۔ وہ جو مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں عطا فرماتا ہے اور جو دعا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے قبول فرماتا ہے

سوال نمبر 7:۔ مقام خلت کا طالب کیا چیز مانگتا ہے؟

جو مقام خلت کا طالب ہوتا ہے۔ وہ صرف پناہ چاہتا ہے نہ کچھ مانگتا ہے نہ کوئی دعا کرتا ہے بلکہ حالت تسلیم و رضا پر قائم رہتا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا کہ:

إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَلَمِينَ

ترجمہ: جب خدا نے ان سے فرمایا کہ سر جھکاؤ تو عرض کیا میں نے رب العالمین کے حضور سر تسلیم خم کر دیا۔

سوال نمبر 8:۔ حضرت محمد بن الفضل کس شخص پر تعجب کرتے ہیں؟

حضرت محمد بن الفضل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

میں اس شخص پر تعجب کرتا ہوں جو دنیا میں اس کے گھر کو تلاش کرتا ہے وہ اپنے دل کے اندر اس کے مشاہدے کی خواہش کیوں نہیں کرتا۔ گھر کی طلب میں ممکن ہے کہ وہ گھر کو پا جائے اور ممکن ہے کہ وہ گھر کو نہ پاسکے۔ حالانکہ مشاہدے کی طلب تو ہر حال میں رہنی چاہئے۔ اگر اس پتھر کی عمارت کی زیارت، جس پر سال میں ایک مرتبہ نظر پڑتی ہے فرض کر دی گئی ہے تو وہ دل جس پر شبانہ روز تین سو ساٹھ مرتبہ نظر پڑتی ہے اس کی زیارت تو بدرجہ اولیٰ کرنی چاہئے۔ بایں ہمہ محققین کے نزدیک مکہ کے راستے میں ہر قدم پر نیکی ہے اور جب وہ حرم میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ ہر قدم کے عوض ایک خلعت پاتا ہے۔

سوال نمبر 9:۔ حضرت بایزید بسطامی عبادت کے اجر و ثواب کے بارے کیا فرماتے ہیں؟

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

جسے عبادت کا اجر و ثواب دوسرے دن ملے تو اس سے کہہ دو کہ آج عبادت نہ کرے۔ حالانکہ عبادت و مجاہدے کے ہر سانس پر تو فی الحال ثواب ملتا ہے۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ پہلے حج میں میں نے خانہ کعبہ کے سوا کچھ نہیں دیکھا اور دوسری مرتبہ میں نے خانہ کعبہ کے ساتھ اس کے مالک کو بھی دیکھا لیکن تیسری مرتبہ میں صرف خانہ کعبہ کے مالک ہی کو دیکھ سکا اور خانہ کعبہ نظر نہیں آیا۔

سوال نمبر 10:۔ حضرت جنید بغدادی نے حج کا کیا طریقہ بتلایا؟

ایک شخص حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا کہ حج کر کے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا حج کر لیا؟ اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا جب تم اپنے مکان سے چلے، وطن سے کوچ کیا اس وقت کیا تم نے گناہوں سے بھی کوچ کر لیا تھا؟ اس نے کہا نہیں، فرمایا پھر تم نے کوچ ہی نہ کیا۔ اس کے بعد فرمایا جب تم گھر سے چلے اور ہر منزل میں رات کو قیام کیا تو کیا تم نے راہ حق کا قیام بھی طے کیا؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا تم نے کوئی منزل طے نہیں کی۔

پھر فرمایا: جب تم نے میقات سے احرام باندھا تو کیا تم بشری صفات سے جدا ہو گئے تھے؟ جیسے کہ تم کپڑوں سے جدا ہوئے تھے؟ اس نے کہا نہیں، فرمایا تو تم محرم بھی نہ ہوئے۔ پھر فرمایا جب تم نے عرفات میں وقوف کیا تھا تو کیا مجاہدے کے کشف میں بھی وقوف کیا تھا؟ اس نے کہا نہیں، فرمایا تمہیں عرفات کا وقوف بھی میسر نہ آیا پھر فرمایا جب تم مزدلفہ میں اترے تھے اور تمہاری مراد بر آئی تھی تو کیا تم نے تمام نفسانی خواہشوں کو چھوڑ دیا تھا؟ اس نے کہا نہیں، فرمایا بس تو مزدلفہ کا نزول بھی حاصل نہ ہوا۔ پھر فرمایا جب تم نے خانہ کعبہ کا طواف کیا تھا تو کیا تم نے اپنے سر کی آنکھوں سے مقام تنزیہہ میں حق تعالی کے جمال کے لطائف کو بھی دیکھا تھا؟ اس نے کہا نہیں، فرمایا بس تو طواف بھی حاصل نہیں ہوا۔

پھر فرمایا جب تم نے صفا و مروہ کے درمیان سعی کی تھی تو صفا کے مقام اور مروہ کے درجہ کا ادراک کیا تھا؟ اس نے کہا نہیں، فرمایا ابھی سعی بھی نصیب نہ ہوئی پھر فرمایا جب منی میں آئے تھے تو کیا تمہاری ہستیاں تم سے جدا ہو گئی تھیں؟ اس نے کہا نہیں، فرمایا ابھی تم منی بھی نہیں پہنچے۔ پھر فرمایا جب قربان گاہ میں تم نے قربانی کی تھی اس وقت نفسانی خواہشوں کی بھی تم نے قربانی کی تھی؟ اس نے کہا نہیں، فرمایا بس تو قربانی بھی نہیں ہوئی۔ پھر فرمایا جب تم نے جمرات پر سنگریزے پھینکے تھے اس وقت تمہارے ساتھ جو نفسانی تمنائیں تھیں کیا ان سب کو بھی پھینک دیا تھا۔ اس نے کہا نہیں، فرمایا تم نے سنگریزے بھی نہیں پھینکے اور حج بھی نہیں کیا۔ جاؤ ان صفات کے ساتھ پھر حج کرو۔ تاکہ مقام ابراہیم علیہ السلام تک رسائی ہو۔

سوال نمبر 11:۔ حضرت فضیل بن عیاض اور ایک نادم نوجوان کا واقعہ تحریر کریں۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ:

میں نے موقف میں ایک جوان کو سر جھکائے کھڑا دیکھا۔ تمام لوگ تو دعائیں مانگ رہے تھے مگر وہ خاموش کھڑا تھا۔ میں نے اس سے کہا اے نوجوان تم دعا کیوں نہیں مانگتے اور اظہار مسرت کیوں نہیں کرتے؟ اس نے کہا وحشت ہو رہی ہے کہ جو وقت میں رکھتا تھا وہ مجھ سے ضائع ہو گیا ہے اب میرا منہ دعا مانگنے کے قابل نہیں رہا۔ میں نے اس سے کہا کہ تمہیں دعا مانگنی چاہئے تھی ممکن ہے کہ حق تعالی ان لوگوں کے مجمع کے طفیل تمہیں تمہاری مراد عطا فرمادے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ اس نوجوان نے ارادہ کیا کہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگے مگر اس کے منہ سے ایک چیخ نکلی اور وہ گر پڑا اور اس کی روح پرواز کر گئی۔

سوال نمبر 12:۔ صوفیاء کے نزدیک حج کی کتنی قسمیں ہیں؟

صوفیاء کے نزدیک حج کی دو قسمیں ہیں:

1. غیبت میں حج
2. حضور میں حج

چنانچہ مکہ کا حج غیبت میں ہے اور ایسا ہی ہے جیسا کہ اپنے گھر میں غیبت میں تھا اس لیے کہ ایک غیبت دوسری غیبت سے بہتر نہیں ہوتی اور جو اپنے گھر میں حضور میں ہو وہ ویسا ہی ہے جیسا کہ مقام حاضر ہے اس لیے کہ کوئی حضور دوسرے حضور سے بہتر نہیں۔

سوال نمبر 13:۔ صوفیاء کے نزدیک حج کا مقصد کیا ہے؟

صوفیا کے نزدیک حج کا مقصود خانہ کعبہ کا دیدار نہیں ہے بلکہ کشف کا مقصود مشاہدہ ہے۔

سوال نمبر 14:۔ مشاہدہ الہٰی کے بارے حضور نبی اکرم ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا؟

مشاہدہ الٰہی کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ :

اجِيعُوا بُطُونَكُمْ ،دَعُوا الْحِرْصَ وَاعْرُوْا أَجْسَادَ كُمْ قَصِّرَ وَالْآمَلَ وَاعْمَلُوا أَكْبَادَكُمْ دَعُوا الدُّنْيَا لَعَلَّكُمْ تُرَوْنَ اللهِ بِقُلُوبِكُمْ

ترجمہ :اپنے شکموں کو بھوکا رکھو، لالچ کو چھوڑدو، جسموں کی زیبائش نہ کرو، خواہشوں کو کم کردو دل وجگر کو پیاسا رکھو، دنیا سے کنارہ کشی کروتا کہ تمہارے دل اللہ کا مشاہدہ کرسکیں۔

نیز حدیث جبریل میں اس سوال کے جواب میں فرمایا :

أَنْ تَعْبُدُ اللهِ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ

ترجمہ :تم خدا کی اس طرح عبادت کرو گویا تم اس کا مشاہدہ کر رہے ہو اگر ایسا نہ کر سکو تو یوں سمجھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

سوال نمبر15 :۔ حضرت داؤد پر اللہ تعالیٰ نے کیا وحی نازل کی؟

حضرت داؤد علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ :

يَادَاوُدُ اتَدْرِي مَا مَعْرِفَتِي قَالَ لَا قَالَ هِيَ حَيَاتُ الْقَلْبِ فِي مُشَاهَدَتِي

ترجمہ :اے داؤد تم جانتے ہو کہ میری معرفت کیا ہے؟ عرض کیا نہیں۔ فرمایا وہ دل کی زندگی ہے جو میرے مشاہدے سے پیدا ہوتی ہے۔

سوال نمبر16 :۔ مشائخ طریقت کے نزدیک عبادت سے کیا مراد ہے؟

مشائخ طریقت کے نزدیک ،عبادت سے مراد، چشم قلب سے مشاہدہ کرنا ہے گویا وہ بے کیف وکم، خلوت و جلوت میں چشم دل سے حق تعالیٰ کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

حضرت ابوالعباس بن عطاء رحمۃ اللہ علیہ ایک آیہ کریمہ کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ :

ان الذين قالوا ربنا الله بالمجاهدة ثم استقاموا على بساط المشاهدة

ترجمہ : جنہوں نے مجاہدے میں کہا ہمارا رب اللہ ہے تو وہ مشاہدے کے فرش پر استقامت رکھتے ہیں۔

سوال نمبر17 :۔ مشاہدے کی حقیقت کی کتنی صورتیں ہیں؟

مشاہدے کی حقیقت کی دو صورتیں ہیں :

1. صحت یقین
2. ایسا غلبہ محبت جس سے ایسا درجہ حاصل ہو جائے کہ مکمل طور پر دوست کی ہر بات میں وہی نظر ائے اور اس کے سوا کچھ نظر نہ ائے۔

سوال نمبر18 :۔ حضرت محمد بن واسعؒ نے مشاہدہ الٰہی کے بارے کیا فرمایا؟

حضرت محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

ما رأيت شيئا قط الا ورأيت الله فيه اى بصحة اليقين

ترجمہ : میں کسی چیز کو نہیں دیکھتا سوائے اس کے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ صحت یقین کے ساتھ ہوتا ہے۔

سوال نمبر 19:۔ حضرت شبلیؒ نے مشاہدہ الٰہی کے بارے کیا فرمایا؟

حضرت شبلی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

ما رأیت اللہ شیئاً قط الا اللہ بغلبات المحبتہ و غلیان المشاھدۃ

ترجمہ: کوئی چیز اللہ کے سوامجھے نظر آتی ہی نہیں یعنی یہ حالت غلبہ محبت اور مشاہدے کے جوش کی وجہ سے ہے۔

سوال نمبر 20:۔ حضرت سہل بن عبد اللہ تستریؒ مشاہدہ الٰہی کے بارے کیا فرماتے ہیں؟

حضرت سہل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

من غض بصرہ عن اللہ طرفۃ عین لا یھتدی طول عمرہ

ترجمہ: جو شخص ایک لمحہ کے لئے بھی حق تعالٰی کی طرف سے آنکھیں بند رکھتا ہے تمام عمر وہ ہدایت نہیں پاتا۔

سوال نمبر 21:۔ مشاہدے میں سب سے زیادہ صادق کون ہوتا ہے؟

جو کثرت اخلاص کے ساتھ مجاہدہ کرتا ہے وہ مشاہدے میں سب سے زیادہ صادق ہوتا ہے۔

سوال نمبر 22:۔ اہل مشاہدہ کی کون سی عمر قابل شمار ہوتی ہے؟

اہل مشاہدہ کی وہی عمر قابل شمار ہوتی ہے جو مشاہدے میں صرف ہو اور جتنی عمر غیوبت میں گزری وہ اسے شمار نہیں کر سکتا۔ در حقیقت یہ ان کی موت کا زمانہ ہے۔ چنانچہ حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ سے جب لوگوں نے عمر دریافت کی تو فرمایا چار سال۔ لوگوں نے پوچھا یہ کس طرح؟ فرمایا گزشتہ ستر (۷۰) سال کی عمر، حجاب وغیبت میں گزری ہے اور میں نے اس میں مشاہدہ نہیں کیا۔ صرف یہ چار سال ہیں جس میں مشاہدہ کیا ہے۔ زمانہ حجاب کی عمر قابل شمار نہیں ہے۔

سوال نمبر 23:۔ حضور کا شب معراج ذات الٰہی کو دیکھنے پر اختلاف تحریر کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے شب معراج کے سلسلہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو خبر دی کہ میں نے خدا کو نہیں دیکھا اور حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ آپ نے مجھے بتایا کہ میں نے خدا کو دیکھا۔

لوگ اس اختلاف میں پڑے ہوئے ہیں لیکن جس نے غور کیا وہ اس اختلاف سے نکل گیا۔ چنانچہ جس سے یہ فرمایا کہ میں نے دیکھا۔ اس نے چشم باطن سے دیکھنا مراد لیا اور جس سے یہ فرمایا کہ میں نے نہیں دیکھا اس نے چشم سر سے دیکھنا مراد لیا۔ کیونکہ ان دونوں میں ایک صاحب باطن ہے اور دوسرا اہل ظاہر۔ ہر ایک سے اس کے حالات کے بموجب کلام فرمایا، لہذا جب باطنی آنکھ سے دیکھا تو اگر سر کی آنکھ کا واسطہ نہ ہو تو کیا مضائقہ۔

سوال نمبر 24:۔ حضرت جنید بغدادیؒ نے دیدار الٰہی کے بارے کیا فرمایا؟

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ :

اگر حق تعالٰی مجھ سے فرمائے کہ مجھے دیکھ تو میں عرض کروں گا کہ میں نہیں دیکھتا کیونکہ انکھ محبت میں غیر اور بیگانہ ہے اور غیریت کی غیریت مجھے دیدار سے باز رکھتی ہے کہ میں دنیا میں اسے انکھ کے واسطہ سے دیکھوں اور آخرت میں واسطہ کا کیا کروں گا خدا ہی ہدایت عطا فرمانے والا ہے۔

سوال نمبر25:۔ حضرت بایزید بسطامیؒ نے خدا کا محبوب بننے کے بارے کیا فرمایا؟

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

ان اللہ عبادلو حجبوا عن اللہ فی الدنیا والآخرہ لارتدوا

ترجمہ : اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ اگر دنیاو آخرت میں وہ اللہ تعالیٰ سے ایک لمحہ کے لئے محجوب ہو جائیں تو وہ مرتد ہو جائیں۔

سوال نمبر26:۔ حضرت ذوالنون مصریؒ اور دیدار الٰہی کا حصول کرنے والے نوجوان کا واقعہ تحریر کریں؟

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

ایک دن میں مصر کے بازار میں جارہا تھا میں نے دیکھا کہ ایک جوان کو بچے پتھر مار رہے ہیں میں نے بچوں سے پوچھا تم اس سے کیا چاہتے ہو بچوں نے کہا کہ یہ دیوانہ ہے۔ میں نے پوچھا تم نے اس کے جنون کی کیا علامت دیکھی ہے؟ بچوں نے کہا۔ یہ کہتا ہے کہ میں خدا کو دیکھتا ہوں۔ اس کے بعد میں جوان کی متوجہ ہوا اس سے پوچھا کہ اے جوان کیا تم یہ کہتے ہو کہ یا یہ بچے تم پر الزام رکھتے ہیں؟ جوان نے کہا یہ الزام نہیں رکھ رہے بلکہ میں یہی کہتا ہوں۔ کیونکہ اگر ایک لمحہ کے لئے میں حق کو نہ دیکھوں اور محجوب رہوں تو میں اس کی برداشت نہیں رکھ سکتا۔

سوال نمبر27:۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے قرب الٰہی کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو کر کیا فرمایا؟

حضور نبی اکرم ﷺ نے اس درجہ قرب اور مقام اعلیٰ پر فائز ہو کر جسے حق تعالیٰ نے آپ کے لئے مخصوص فرمایا تھا وہاں کہا:

لَا أُحۡصِی ثَنَا عَلَیۡكَ (میں تیری ثنا کو محدود نہیں کر سکتا۔)

کیونکہ آپ مشاہدے میں تھے اور محبت و دوستی کے درجہ میں مشاہدہ کمال یگانگت رکھتا ہے اور یگانگی کی تعبیر کرنا بے گانگی اور غیریت ہوتی ہے اس وقت آپ نے کہا:

أَنتَ كَمَا اَثۡنَیۡتَ عَلَی نَفۡسِكَ (تو وہی ہے جیسا کہ تو نے خود اپنی ثناء فرمائی ہے۔)

اس جگہ تیرا فرمایا ہوا میرا ہی عرض کرنا ہے۔ یعنی تیری ثناء کرنا میری ثناء ہے میں اپنی زبان کو اس کے لائق نہیں سمجھتا کہ وہ میری حالت کو بھی بیان کرے اور میں بیان کو بھی اس کا مستحق نہیں سمجھتا کہ وہ میرا حال ظاہر کرے۔

باب نمبر25: صحبت اور اس کے آداب و احکام

سوال نمبر1:۔ حسن ادب کے بارے رسول اللہ ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا؟

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ :

حُسۡنُ الۡأَدَبِ مِنَ الۡأِیمَان (حسن ادب ایمان کا حصہ ہے۔)

نیز فرمایا:

اَدَّبَنِی رَبِّی فَأَحۡسَنُ تَأۡدِیۡبِی (میرے رب نے مجھے ادب سکھایا اور بہت اچھا ادب سکھایا۔)

سوال نمبر2:۔ دین و دنیا کے تمام امور کی شائستگی کس سے وابستہ ہے؟

دین و دنیا کے تمام امور کی شائستگی، آداب سے وابستہ ہے اور ہر قسم کے لوگوں کے مقامات کے لئے ہر مقام کے آداب جداگانہ ہیں۔ تمام انسان، خواہ وہ کافر ہوں یا مسلمان، ملحد ہوں یا موحد، سنی ہوں یا مبتدع سب کا اس پر اتفاق ہے کہ معاملات میں حسن ادب، عمدہ چیز ہے اور جہان میں کوئی رسم و رواج، استعمال ادب کے بغیر ثابت نہیں ہو سکتی۔ لوگوں میں ادب ہی مروت کی حفاظت ہے اور دین میں سنت کی حفاظت اور دنیا میں عزت و احترام کی متعلق ہے کیونکہ یہ تینوں ایک دوسرے سے منسلک ہیں جس مروت نہ ہوگی وہ سنت کا متبع نہ ہوگا اور جس میں سنت کی حفاظت نہ ہوگی اس میں عزت و احترام کی رعایت بھی نہ ہوگی۔

سوال نمبر 3:۔ صوفیاء کے نزدیک ادب کی کتنی قسمیں ہیں؟

صوفیاء کے نزدیک ادب کی تین قسمیں ہیں :

1. اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی توحید میں اس طرح پر کہ جلوت و خلوت کی ہر حالت میں خود کو اس کی بے حرمتی سے بچائے اور وہ سلوک برتے جو بادشاہوں کے حضور کیا جاتا ہے۔ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ ایک مرتبہ رسول خدا ﷺ چہار زانو تشریف فرماتے کہ جبریل علیہ السلام نے حاضر ہو کر پیام پہنچایا:

   یَا مُحَمَّدُ اجْلِسْ جِلْسَةَ الْعَبْدِ (شانِ بندگی کے ساتھ جلوس فرمائیں۔)

2. ادب کی دوسری قسم، معاملات میں اپنے ساتھ ہے۔ وہ اس طرح کہ ہر حال میں اپنے ساتھ مروت کو ملحوظ رکھے۔ یہاں تک کہ لوگوں کی صحبت ہو یا حق تعالیٰ کی بارگاہ کی حاضری خواہ جلوت ہو یا خلوت کسی حال میں بے ادبی کا ارتکاب نہ کرے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ سچ کے سوا کلام نہ کرے جو بات اپنے دل کو جھوٹی معلوم ہو اسے زبان پر لانا کیسے درست ہو سکتا ہے کیونکہ اس میں بے مروتی ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کم کھائے تاکہ طہارت گاہ میں زیادہ نہ جانا پڑے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ کسی کی شرمگاہ کو نہ دیکھے حتیٰ کہ اپنی شرم گاہ بھی مجبوری کے سوا نہ دیکھے۔ کیونکہ امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے کبھی اپنے پوشیدہ حصہ جسم کو نہیں دیکھا کسی نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا میں شرم کرتا ہوں کہ اس حصہ جسم کو دیکھوں جس کی جنس پر نظر ڈالنا حرام ہے۔

3. ادب کی تیسری قسم، لوگوں کے ساتھ صحبت کرنے میں ادب کا لحاظ رکھنا ہے۔ صحبت کے آداب میں بہترین ادب یہ ہے کہ سفر و حضر میں حسن معاملہ اور سنت کی حفاظت کرے۔

سوال نمبر 4:۔ حضرت بایزید بسطامی ؒ نے سب کچھ کس چیز کی بدولت پایا؟

حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ سے کسی نے دریافت کیا:

بما وجدت ما وجدت (آپ نے جو کچھ پایا ہے وہ کس چیز کی بدولت پایا)

قال بحسن الصحبته مع اللہ (فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن صحبت کی وجہ سے۔)

چنانچہ میں نے حق تعالیٰ کے ساتھ اتنا ہی جلوت میں ادب اور حسن صحبت کو ملحوظ رکھا ہے جتنا خلوت میں ہے۔

سوال نمبر 5:۔ مشاہدے میں ادب کی حفاظت کی مثال پیش کریں۔

اہل جہان کو چاہئے کہ اپنے معبود کے مشاہدہ میں ادب کی حفاظت کا سلیقہ زلیخا سے سیکھیں۔ جس وقت اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ خلوت وتنہائی کی اور حضرت یوسف علیہ السلام سے اپنی خواہش کی تکمیل کی درخواست کی تو اس نے پہلے اپنے بت کے چہرے کو کسی چیز سے ڈھانپ دیا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس سے پوچھا یہ کیا کر رہی ہو؟ اس نے کہا اپنے معبود کے چہرے کو چھپا رہی ہوں تاکہ وہ بے حرمتی میں مجھے آپ کے ساتھ نہ دیکھے۔ کیونکہ یہ شرائط ادب کے خلاف ہے اور جب حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام باہم ملے اور انہیں جمال یوسفی سے ہم آغوش کیا تو زلیخا کو جوان کر کے دین حق کی راہ دکھائی تب حضرت یوسف علیہ السلام کی زوجیت میں دیا۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کی طرف قصد فرمایا تو زلیخا آپ سے بھاگی۔ فرمایا اے زلیخا کیا میں تیرا دلربا نہیں ہوں؟ غالباً میری محبت تمہارے دل سے جاتی رہی ہے؟ زلیخا نے عرض کیا خدا کی قسم! یہ بات نہیں محبت اپنی جگہ برقرار ہے بلکہ زیادہ ہے لیکن میں نے ہمیشہ اپنے معبود کی بارگاہ کے ادب کو ملحوظ رکھا ہے اس دن جب کہ ہمارے تمہارے درمیان خلوت ہوئی تھی اس وقت میرا معبود ایک بت تھا جو قطعاً دیکھ نہیں سکتا تھا مگر اس کے باوجود اس کی بے نور دو آنکھیں تھیں اس پر میں نے پردہ ڈال دیا تھا تاکہ بے ادبی کی تہمت مجھ سے اٹھ جائے اب میرا معبود ایسا ہے جو دانا اور بینا ہے جس کے لئے دیکھنے کا نہ حلقہ ہے اور نہ کوئی آلہ؟ مگر میں جس حال میں بھی ہوں وہ مجھے دیکھتا ہے اس لئے میں نہیں چاہتی کہ اس کی بارگاہ میں ترک ادب کا الزام مجھ پر عائد ہو۔

سوال نمبر 6:۔ صوفیا کے نزدیک صحبت کے آداب کیا ہیں؟

صوفیاء کے نزدیک صحبت کے جو آداب ہیں وہ درج ذیل قرآنی آیات اور احادیثِ نبوی سے ماخوذ ہیں:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا أَى بِحُسْنِ رِعَايَتِهِمُ الْأَخْوَانِ

ترجمہ: جو ایمان لائے اور عمل صالح کئے اللہ ان کو محبوب بنا کر دوست بنا لے گا۔ یعنی انہوں نے اپنے دلوں کی حفاظت کی اور اپنے بھائیوں کے حقوق کو ادا کیا اور اپنے مقابلہ میں ان کی بزرگی و شرافت کو دیکھا۔

حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

ثلث تصفين لَكَ وَدَّ اَخِيكَ ان تَسلِمَ عَلَيهِ إِنْ لَقِيتَهُ وَتوَسعَ لَهُ فِي الْمَجْلِسِ وَتَدْعُوهُ بِأَحَبِّ أَسْمَائِهِ

ترجمہ: حسن رعایت اور حفظ مراتب کے سلسلہ میں مسلمان بھائیوں کی محبت کو تین چیزیں پاکیزہ بناتی ہیں ایک یہ کہ جب کسی سے ملاقات کرو تو اسے سلام کرو دوسرے یہ کہ اپنی مجلسوں میں اس کے لئے جگہ بناؤ تیسرے یہ کہ اسے اچھے القاب کے ساتھ یاد کرو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ

ترجمہ: تمام مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں لہذا اپنے بھائیوں سے صلح و آشتی رکھو۔

مطلب یہ کہ باہم لطف و مہربانی سے پیش آؤ کسی کی دل شکنی نہ کرو۔

حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

اُكْثِرُوا مِنَ الْأَخْوَانِ فَإِنَّ رَبَّكُمْ حَيِيٌّ كَرِيمٌ يَسْتَحِي أَنْ يُعَذِّبَ عَبْدَهُ بَيْنَ إِخْوَتِهِ يَوْمَ الْقِيمَةِ

ترجمہ؛اپنے بھائی اور زیادہ بناؤ اور ان کے حقوق میں حسن سلوک کر کے بھائی بناؤ کیونکہ تمہارا رب کی وکریم ہے وہ حیا فرماتا ہے کہ روز قیامت باہمی اداب و معاملات کی وجہ سے اپنے بندے پر اس کے بھائیوں کے درمیان عذاب فرمائے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ :

الْمَرْءُ عَلَى دِيْنِ خَلِيْلِهِ فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ تُخَالِلُ

ترجمہ: آدمی اپنے دوست کے دین اور اس کے طور و طریق پر ہوتا ہے لہذا ضروری ہے کہ وہ دیکھے کہ کس سے دوستی رکھتا ہے۔

سوال نمبر 7:۔ حضرت مالک بن دینار نے اپنے داماد سے کیا فرمایا؟

حضرت مالک بن دینار نے اپنے داماد حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

یا مغیرہ کل اخ و صاحب لم تستفد منہ فی دینک خیرا فأنبذ عنک صحبتہ حتی تسلم

ترجمہ: اے مغیرہ جب بھائی یا ساتھی کی رفاقت تمہیں دینی فائدہ نہ پہنچائے تم اس جہان میں اس کی صحبت سے بچو کہ تم محفوظ رہو۔

سوال نمبر 8:۔ سید دو عالم ﷺ نے کمال پرہیز گاری کے بارے کیا فرمایا؟

سید دو عالم ﷺ کا ارشاد ہے کہ :

ان من تمام التقوی تعلم من لا یعلم (کمال پرہیز گاری یہ ہے کہ بے علم کو علم سکھائے۔)

سوال نمبر 9:۔ کیا مشائخ طریقت نے صحبت کے آداب پر کتب تحریر کی ہیں؟

مشائخ کی کثیر جماعت نے صحبت کے آداب میں مفصل کتابیں تحریر فرمائی ہیں چنانچہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب موسومہ تصحیح الارادہ اور حضرت احمد بن خضرویہ بیحیی رحمۃ اللہ علیہ نے الرعایتہ بحقوق اللہ اور حضرت محمد بن علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان آداب المریدین لکھی ہیں۔ان کے علاوہ حضرت ابوالقاسم الحکیم، حضرت ابو بکر وراق، حضرت سہل بن عبد اللہ تستری حضرت ابو عبد الرحمن سلمی اور حضرت استاذ ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہم نے بھی اس موضوع پر بھرپور کتابیں لکھی ہیں۔ یہ تمام مشائخ اپنے فن کے امام گزرے ہیں۔

سوال نمبر 10:۔ صوفیا کے نزدیک صحبت کے حقوق کیا ہیں؟

واضح رہنا چاہئے کہ مریدوں کے لئے سب سے اہم ترین چیز صحبت ہے کیونکہ صحبت کے حق کی رعایت کرنا اہم فرض ہے چونکہ مریدوں کے لئے انفرادی اور علیحدگی کی زندگی گزارنا موجب ہلاکت ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ :

الشَّيْطَانُ مَعَ الْوَاحِدِ وَهُوَ مِنَ الْأَثْنَيْنِ اَبْعَدُ (اکیلے ادمی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے اور جب دو ایک ساتھ ہوں گے تو دور رہے گا۔)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا يَكُوْنُ مِنْ نَجْوَى ثَلٰثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ (تم میں جو تین آدمی راز کی باتیں کرتے ہیں ان میں چوتھا حق تعالیٰ ہوتا ہے۔)

لہذا مرید کے لئے اکیلے رہنے سے بڑھ کر کوئی آفت نہیں ہے۔

سوال نمبر 11:۔ صحبت شیخ سے انحراف کے وبال پر کوئی ایک مثال تحریر کریں۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے ایک کو یہ خیال گزرا کہ میں درجہ کمال کو پہنچ گیا ہوں اب میرے لئے اکیلا رہنا صحبت سے بہتر ہے۔ چنانچہ وہ گوشہ نشین ہو گیا، اور مشائخ کی صحبت چھوڑ دی۔ ایک رات اس نے دیکھا کہ کچھ لوگ ایک اونٹ لے کر آئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ رات تمہیں جنت میں گزارنی چاہئے۔ یہ لوگ اسے اونٹ پر سوار کر کے لے گئے یہاں تک کہ ایسی جگہ لے گئے جو اچھی طرح نظر آتی ہے۔ وہاں حسین و خوبصورت چہروں میں نفیس بعام اور پانی کے چشمے رواں تھے۔ اسے صبح تک وہاں رکھا۔ حالانکہ یہ سب مرید کی خواب کی حالت تھی۔ جب صبح بیدار ہوا تو اپنے حجرے میں ا۔ اپنے آپ کو پایا۔ یہ سلسلہ اسی طرح روزانہ جاری رہا یہاں تک کہ بشری غرور و رعونت نے غلبہ پایا اور اس کے دل میں جوانی کے گھمنڈ نے اپنا اثر جمایا اور اس کی زبان پر دعوی جاری ہو گیا اور کہنے لگا میری حالت اس کمال تک پہنچ گئی ہے اور میری راتیں اس طرح بسر ہوتی ہیں۔ لوگوں نے اس کی خبر حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچائی آپ اٹھے اور اس کے حجرے میں تشریف لے گئے اسے اس حال میں پایا کہ اس کے سر میں خواہشیں بھری ہوئی تھیں اور تکبر سے اکڑا ہوا تھا۔ آپ نے اس سے حال دریافت کیا اس نے سارا حال بیان کر دیا حضرت جنید نے فرمایا یاد رکھ جب تو آج رات وہاں پہنچے تو تین مرتبہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ پڑھنا، چنانچہ جب رات آئی اور اسے حسب سابق لے جایا گیا چونکہ وہ اپنے دل میں حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کا انکاری تھا کامل اعتقاد جاتا رہا تھا کچھ عرصہ بعد محض تجربہ کے طور پر اس نے تین مرتبہ لاحول پڑھا تو اسے لے جانے والے تمام لوگ چیخ مار کر بھاگ گئے اور خود کو اس نے نجاست اور کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر پڑا پایا۔ چاروں طرف مردار ہڈیاں پڑی ہوئی ہیں اس وقت اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ دل سے توبہ کی اور ہمیشہ صحبت میں رہنے لگا۔ مرید کے لیے اکیلے رہنے سے بڑھ کر کوئی آفت نہیں۔

سوال نمبر 12:۔ صوفیا کے نزدیک صحبت کی شرائط کیا ہیں؟

مشائخ طریقت کی صحبت کی شرائط یہ ہیں کہ :

1. ہر ایک کو ان کے درجہ کے مطابق پہچانے۔
2. بوڑھوں کا ادب کرے۔
3. ہم جنسوں کے ساتھ عمدہ سلوک سے پیش آئے اور بچوں کے ساتھ شفقت و محبت کا برتاؤ کرے۔ بوڑھوں کو باپ دادا کی طرح سمجھے۔
4. ہم جنسوں کو بھائیوں کی مانند اور بچوں کو اولاد کی مانند جانے۔
5. کینہ، حسد اور عداوت و دشمنی سے اجتناب کرے اور کسی کی نصیحت میں کوتاہی نہ کرے۔
6. صحبت میں کسی کی کوتاہی نہ کرے اور نہ ایک دوسرے کی قول و فعل میں کوتاہی کرے اس لئے کہ لوجہ اللہ صحبت کرنے والے پر لازم ہے کہ رفیق کے کسی قول و فعل پر کبیدہ اور آزردہ خاطر نہ ہو اور اسے اپنے سے اسی بناء پر جدا نہ کرے۔

سوال نمبر 13:۔ حضرت ابو القاسم گرگانی نے صحبت کی کیا شرط بیان کی ہے؟

حضور سید نا داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ المشائخ حضرت ابو القاسم گرگانی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ صحبت کی شرط کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا یہ ہے کہ :

صحبت میں اپنی خوشی نہ چاہے کیونکہ صحبت کی سب سے بڑی آفت یہی ہے کہ ہر ایک سے اپنی خوشی کا خواہاں ہوتا ہے۔ایسے شخص کے لئے صحبت کے مقابلہ میں اکیلا رہنا بہتر ہے اور جب وہ اپنی خوشی کو ترک کر دے تو پھر وہ اپنے مصائب کی خوشیوں کا لحاظ رکھے تب وہ صحبت میں کامیابی حاصل کر سکے گا۔

سوال نمبر 14:۔ حضرت ابراہیم خواص کی صحبت کی حالت پر کوئی مثال پیش کریں۔

ایک درویش بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں کوفہ سے مکہ مکرمہ کے ارادے سے چلا۔راستہ میں حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی میں نے ان سے صحبت میں رہنے کی اجازت مانگی انہوں نے فرمایا صحبت میں ایک امیر ہوتا ہے اور دوسرا فرمانبردار، تم کیا منظور کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا آپ امیر بنیں اور میں فرمانبردار، انہوں نے فرمایا اگر فرمانبردار بننا پسند کرتے ہو تو میرے کسی حکم سے باہر نہ ہونا میں نے کہا یہی ہوگا جب ہم منزل پہ پہنچے تو انہوں نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔میں بیٹھ گیا۔انہوں نے کنویں سے پانی کھینچا جو بہت سرد تھا پھر لکڑیاں جمع کر کے ایک نشیبی جگہ پر آگ جلائی اور پانی گرم کیا میں جس کام کا ارادہ کرتا وہ فرماتے بیٹھ جاؤ فرمانبرداری کی شرط کو ملحوظ رکھو۔جب رات ہوئی تو شدید بارش نے گھیر لیا۔ انہوں نے اپنی گاڑی اتار کر کندھے پر ڈالی اور رات بھر میرے سر پر سایہ کئے کھڑے رہے۔میں ندامت سے پانی پانی ہوا جا رہا تھا مگر شرط کے مطابق کچھ کر نہیں سکتا تھا۔

جب صبح ہوئی تو میں نے کہا اے شیخ! آج میں امیر بنوں گا۔انہوں نے فرمایا ٹھیک ہے۔جب ہم منزل پر پہنچے تو انہوں نے پھر وہی خدمت اختیار کی۔میں نے کہا اب آپ میرے حکم سے باہر نہ ہو جایئے فرمایا فرمان سے وہ شخص باہر ہوتا ہے جو اپنے امیر سے اپنی خدمت کرائے۔وہ مکہ مکرمہ تک اسی طرح میرے ہم سفر رہے۔جب ہم مکہ مکرمہ پہنچے تو میں شرم کے مارے بھاگ کھڑا ہوا یہاں تک کہ انہوں نے مجھے منی میں دیکھ کر فرمایا! اے فرزند! تم پر لازم ہے کہ درویشوں کے ساتھ ایسی صحبت کرنا جیسی کہ میں نے تمہارے ساتھ کی ہے۔

سوال نمبر 15:۔ آداب کی حقیقت کیا ہے؟

آداب کی حقیقت خصائل جمیلہ کا جمع کرنا ہے۔ادیب کو ادیب اسی لئے کہا جاتا ہے کہ جو کچھ اس پر وارد ہوتا ہے وہ سب نیک ہوتا ہے:

فالذی اجتمع فیه خصال الخیر فهو ادیب (جس میں نیک خصلتیں زیادہ ہوں وہ ادیب ہے۔)

حالانکہ عرف وعادت میں ادیب وہ شخص کہلاتا ہے جو علم لغت اور صرف و نحو کے قواعد کا ماہر ہو۔

سوال نمبر 16:۔ علم تصوف میں ادب کے معنی کیا ہیں؟

تصوف کے علم میں ادب کے معنی یہ ہیں کہ:

الادب الوقوف مع المستحسنات و معناہ ان تفعل اللّٰہ فی الادب سراً وعلانیته واذا کنت کذالك کنت ادیبا وان کنت اعجمیا وان لم تکن کذالك تکون علی ضده

ترجمہ: ادب کے معنی نیک اعمال پر قائم رہنے کے ہیں مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ظاہر و باطن میں باادب معاملات رکھے۔جب تم ایسے بن جاؤ گے تو ادیب کہلاؤ گے۔چاہے تم گونگے ہو اور اگر تم نہ بنے تو اس کے برخلاف ہو گے۔

سوال نمبر 17:۔ حضرت نصر سراجؒ نے اپنی کتاب میں آداب کا کیا فرق بیان کیا ہے؟

حضرت شیخ ابو نصر سراج صاحب نے اپنی کتاب میں آداب کا فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

ادب میں لوگوں کے تین طبقے ہیں۔ایک دنیادار جو فصاحت و بلاغت، حفظ علوم اور بادشاہوں کے نام اور عرب کے اشعار کو ادب کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔دوسرا طبقہ اہل دین کا ہے جنہوں نے ریاضت نفس، تادیب اعضاء، حفظ حدود الہی اور ترک شہوات کا نام "ادب" رکھا ہے اور تیسرا طبقہ اہل خصوصیت کا ہے جو دلوں کی طہارت باطن کا تزکیہ، اسرار کی مراعات، عہد و پیمان کا ایفاء، وقت کی حفاظت، پراگندہ خیالات اور موہوم خطرات کی طرف قلت توجہ، مقام طلب، اوقات حضور، اور مقامات قرب میں حسن ادب کو ملحوظ رکھنے کو ادب کہتے ہیں۔

سوال نمبر 18:۔ صوفیا کے نزدیک اقامت کے آداب کیا ہیں؟

جب کوئی درویش سفر کے سوا اقامت اختیار کرے تو اس کے آداب کی شرائط یہ ہیں کہ:

1. جب کوئی مسافر اس کے پاس پہنچے تو وہ خوشی و احترام کے ساتھ پیش آئے اور عزت و تعظیم سے اس کا خیر مقدم کرے۔ گویا وہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمانوں کا ایک مہمان ہے اور اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرے، جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے مہمان کے ساتھ کرتے تھے۔ گھر میں جو کچھ موجود ہوتا مہمان کے روبرو لا کر رکھ دیتے تھے۔
2. اس کے بعد درویش مقیم یہ دیکھے کہ مہمان خلوت کو پسند کرتا ہے یا صحبت کو۔ اگر وہ خلوت پسند کرتا ہے تو اس کے لئے تنہائی کر دے اور اگر وہ صحبت کو پسند کرتا ہے تو انس و محبت کے ساتھ بے تکلف پیش آئے۔
3. جب رات کو بستر پر آرام کرنے لیٹے تو اس کے ہاتھ پاؤں دبائے اگر وہ ایسا نہ کرنے دے اور کہے کہ اس کی عادت نہیں ہے تو اس پر ضد اور اصرار نہ کرے۔
4. کسی دوسرے کو اس کی خدمت کرنے کا موقع نہ دے۔
5. مقیم کے لیے لازم ہے کہ حسن عقیدت کے ساتھ اس کی خدمت کرے اور اس سے خوب صاف و ستھرا بنانے کی پوری کوشش کریں یہاں تک کہ اس کی کمر ملے ہاتھ پاؤں کی مالش کرے۔
6. اگر مقیم اتنی استطاعت رکھتا ہے کہ اس نیا کپڑا پہنا سکے تو اس میں کوتاہی نہ کرے اور اگر ایسا نہ کر سکے تو تکلف نہ برتے بلکہ اس کے لباس کو دھو کر صاف ستھرا کر دے تاکہ جب وہ حمام سے باہر آئے تو اسی لباس کو پہن لے۔
7. مقیم کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ مسافر سے پہلے سلام کرے۔
8. اگر کوئی مسافر درویش خوش ہو اور کچھ دن رہنا چاہے اور دنیا طلبی کا اظہار کرے تو مقیم کے لیے اس کے سوا چارہ نہیں کہ وہ ہمیشہ اس کی ضرورت کے لیے اسے مقدم رکھے۔

سوال نمبر 19:۔ حضرت ابراہیم خواصؒ نے لوگوں کو اپنے سفر کی کیا عجیب بات بتائی؟

حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے درخواست کی کہ آپ اپنے سفر کے عجائب و غرائب میں سے کوئی بات بیان فرمائیں تو انہوں نے فرمایا:

سب سے عجیب بات یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے مجھ سے ساتھ رہنے کی خواہش ظاہر کی مگر میں نے اسے قبول نہ کیا اور میرے دل نے نہ چاہا کہ حق تعالیٰ کے سوا میرا دل کسی اور کی قدر و منزلت کرے اور میں اس کے ادب و احترام کی رعایت میں مشغول ہوں۔

سوال نمبر 20:۔ حضرت جنید بغدادی نے بازاریؒ درویش کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟

مشائخ طریقت بیان کرتے ہیں کہ:

ایک مرتبہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدوں کو ریاضت و مجاہدے کی تعلیم دے رہے تھے کہ ایک مسافر آگیا آپ اس کی خاطر مشغول ہوگئے اور کھانا لاکر اس کے سامنے رکھ دیا۔ مسافر نے کہا اس کے سوا، فلاں مدارات میں چیز کی بھی مجھے ضرورت ہے۔ انہوں نے فرمایا تجھے بازار جانا چاہئے تھا تو تو بازاری شخص معلوم ہوتا ہے۔ مساجد و خانقاہ میں رہنے والا شخص معلوم نہیں ہوتا۔

سوال نمبر 21:۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کا زہد پر واقعہ بیان کریں۔

احادیث میں مشہور واقعہ ہے کہ:

حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت سلمان فارسی اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہما کے درمیان برادری قائم فرمائی تھی۔ یہ دونوں اصحاب صفہ کے سرکردہ افراد میں سے تھے اور باطنی اسرار کے ائمہ و رؤساء میں سے تھے۔ ایک دن حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے گھر والوں کی مزاج پرسی کے لئے آئے تو گھر والوں نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ یہ تمہارے بھائی ابوذر رضی اللہ عنہ، نہ دن میں کچھ کھاتے ہیں اور نہ رات میں سوتے ہیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کچھ کھانے کے لئے لاؤ۔ جب لایا گیا تو حضرت ابوذر سے کہا اے بھائی تمہیں زیبا یہ ہے کہ تم موافقت کرو اور میرے ساتھ کھانا کھاؤ۔ جب رات ہوئی تو کہا اے بھائی سونے میں بھی تم کو میرا ساتھ دینا چاہئے۔ کیونکہ:

إِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا

ترجمہ: کیونکہ تمہارے اوپر اپنے جسم کا بھی حق ہے تمہاری بیوی کا بھی حق ہے اور تمہارے رب کا بھی حق ہے۔

دوسرے دن حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میں بھی تم سے وہی کہتا ہوں جو کل سلمان نے تم سے کہا تھا کہ:

إِنَّ الجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا

سوال نمبر 22:۔ صوفیا کے نزدیک مسافرت (سفر کرنے) کی آداب کیا ہے؟

جب کوئی درویش اقامت چھوڑ کر سامان سفر اختیار کرے تو اس کے آداب کے احکام یہ ہیں کہ:

1. اس کا سفر خدا کے لئے ہو نہ کہ نفسانی پیروی میں ۔
2. جس طرح ظاہر میں سفر اختیار کیا ہے اسی طرح باطن میں بھی اپنی نفسانی خواہش کو ترک کردے۔
3. ہمیشہ باوضو رہے اور اپنے اوراد و وظائف کو ترک نہ کرے۔

4. زیبا یہی ہے کہ اس کا سفر یا تو ادائے حج کے لئے ہو یا جہاد بالکفار کے لئے، یا کسی جگہ کی زیارت یا کہیں دینی فوائد کے حصول یا طلب علم یا کسی بزرگ یا شیخ کی ملاقات یا کسی شیخ کے مزار کی زیارت کے لئے ہو۔

سوال نمبر23:۔صوفیاء کا سفر کا سامان کیا ہونا چاہیے؟

سفر کی حالت میں گدڑی، جائے نماز لوٹا جوتیاں اور عصا ضرور رکھنا چاہیے تاکہ گدڑی سے ستر پوشی کرے مصلے پر نماز پڑھے لوٹے سے طہارت و وضو کرے اور عصا سے مضر چیزوں کو دفع کرے اور وضو کے بعد جوتیاں پہن کر جائے نماز تک آسکے ان کے سوا سنت کی حفاظت کی خاطر دیگر چیزوں بھی سب فر میں ساتھ رکھ سکتا ہے۔ مثلا: کنگا ناخن تراش سرمہ دانی وغیرہ اور اگر ان کے سوا ایسا سامان بھی ساتھ رکھے جو زیب وزینت اور آرائش سے متعلق ہو تو وہ سوچے کہ کس مقام میں ہے اگر وہ منزل ارادت میں ہے تو اس کے لیے ان کے سوا سیمان قید راہ کی بندش اور موجب حجاب ہوں گی اور اپنے نفس کی رعونت کے اظہار کا معجب بنے گی اور اگر وہ مقام تمکین و استقامت میں سے ہے تو اس کے لیے یہ سامان ہی نہیں بلکہ ہر چیز درست ہو گی۔

سوال نمبر24:۔صوفیاء کے نزدیک غذا کے آداب کیا ہیں؟

واضح رہنا چاہیے کہ انسان کو غذا کے بغیر گزارا نہیں کیونکہ بدن کا تقوم کھانے پینے کے بغیر ناممکن ہے لیکن غذا کے استعمال کی کچھ شرائط ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

1. اس میں مبالغہ نہ کرے اور نہ رات دن کھانے پینے کی فکر میں مشغول رہے۔
2. غذا تنہا نہ کھائے اور جو کھائے دوسروں کو بھی اس میں شریک بنائے، کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

شَرُّ النَّاسِ مَنْ أَكَلَ وَحْدَهٗ وَضَرَبَ عَبْدَهٗ وَمَنَعَ رِفْدَهٗ

ترجمہ: سب سے زیادہ برا شخص وہ ہے جو اکیلا کھائے۔ غلام کو مارے اور خیرات سے روکے رہے۔

3. جب دستر خوان پر بیٹھے تو خاموش نہ بیٹھے۔
4. بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرے۔
5. کوئی چیز اس طرح نہ رکھے اور نہ اٹھائے جسے لوگ ناپسند کریں۔
6. پہلا لقمہ نمکین غذا کا لے اور اپنے ساتھیوں کا لحاظ و پاس کرے۔ ایثار و انصاف سے کام لے۔
7. داہنے ہاتھ سے لقمہ لے اور اپنے لقمہ کے سوا کسی کی طرف نہ دیکھے۔
8. کھانے میں پانی کم پیئے اور پانی اس وقت پیے جب سچی پیاس لگے اور اتنا پیئے جس سے جگر تر ہو جائے
9. لقمہ بہت بڑا نہ لے اور اسے خوب چبائے۔
10. اور کھانے میں جلدی نہ کرے کیونکہ ان باتوں سے بدہضمی پیدا ہوتی ہے اور سنت کے خلاف بھی ہے۔
11. جب کھانے سے فارغ ہو جائے تو حمد و شکر بجا لائے اور ہاتھ دھوئے۔

سوال نمبر25:۔امام شافعیؒ نے آداب غذا کے بارے کیا فرمایا؟

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

من کان همته ما یدخل فی جوفه کان قیمة ما یخرج منه

ترجمہ: جو پیٹ میں داخل کرنے کی ہی فکر میں رہتا ہے اس کی قدر و قیمت وہ ہوتی ہے جو اس سے خارج ہوتا ہے۔

سوال نمبر 26:۔ حضرت بایزید بسطامیؒ بھوکے کیوں رہتے تھے؟

حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا آپ بھوکے رہنے کی اتنی زیادہ تعریف کیوں فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ اگر فرعون بھوکا رہتا تو ہرگز آنَا رَبُّکُمُ الأعلیٰ (میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں) نہ کہتا۔ اگر قارون بھوکا رہتا تو باغی نہ ہوتا۔ اور لومڑ کی چونکہ بھوکی رہتی ہے اس لئے ہر ایک اس کی تعریف کرتا ہے جب پیٹ بھر جاتا ہے تو نفاق پیدا ہوتا ہے۔

سوال نمبر 27:۔ حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ نے کھانے کے متعلق کیا فرمایا؟

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

میرے نزدیک پیٹ بھر کر حلال غذا کھانے کے مقابلہ میں شراب سے پیٹ کو پر کرنا زیادہ بہتر ہے۔ لوگوں نے پوچھا یہ کیسے؟ انہوں نے فرمایا اس لئے کہ شراب سے بھرا پیٹ، عقل کی طاقت سلب کر لیتا ہے شہوت کی آگ بجھا دیتا ہے اور بے ہوش ہو کر اس کی زبان وہاتھ سے لوگ محفوظ ہو جاتے ہیں لیکن جب پیٹ حلال غذا سے پر ہو جاتا ہے تو بیہودہ تمنائیں، شہوت اور نفس اپنے مقدر کے حصول میں سر اٹھاتے ہیں۔

سوال نمبر 28:۔ بچے ہوئے کھانے کے بارے حضرت سہل بن عبداللہ کیا فرماتے ہیں؟

حضرت سہل بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ:

الزلة هی الذلة (پس خوردہ بچانا ذلت و کمینگی ہے۔)

سوال نمبر 29:۔ صوفیا کے نزدیک چلنے پھرنے کے آداب کیا ہیں؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا

ترجمہ: رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر تواضع و انکسار سے چلتے ہیں۔

صوفیاء کے نزدیک چلنے پھرنے کے آداب درج ذیل ہیں:

1. طالب حق پر لازم ہے کہ وہ رفتار میں ہمیشہ اس کا خیال رکھے کہ جو وہ قدم اٹھاتا ہے وہ اپنی طاقت سے اٹھاتا ہے یا خدا کی طاقت ہے۔ اگر وہ یہ خیال کرے کہ اپنی طاقت سے ہے تو استغفار کرے۔ اور اگر اس پر یقین ہو کہ خدا کی دی ہوئی طاقت سے ہے تو اسے اس یقین پر مزید اضافہ کی کوشش کرنی چاہئے۔
2. اگر راستہ میں کوئی شخص اس کے برابر سے گزرے تو بجز اپنے کپڑے بچانے کے کہ اس کے پاؤں کے نیچے نہ آئے (کیونکہ وہ ان کپڑوں سے نماز پڑھتا ہے) خود کو بچانے کی کوشش نہ کرے لیکن اگر یہ پتہ چل جائے کہ وہ شخص کافر ہے یا وہ نجاست میں آلودہ ہے تو اپنے آپ کو اس سے بچانا ضروری ہے۔

3. اور جب جماعت کے ساتھ چلے تو آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرے۔ کیونکہ آگے بڑھ کر چلنا تکبر کی علامت ہے۔ بہت پیچھے رہنے کی بھی کوشش نہ کرے کیونکہ اس میں تواضع کی زیادتی ہے۔ چونکہ زیادتی تواضع کو دیکھنا بھی عین تکبر ہے۔
4. کھڑاؤں اور جوتیوں کو جہاں تک ہو سکے ظاہری نجاست سے بچائے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے رات میں اس کے کپڑوں کو محفوظ رکھے۔
5. جب کسی جماعت یا کسی ایک درویش کے ساتھ جا رہا ہو تو راستہ میں کسی اور سے بات کرنے کے لئے اسے محوانتظار نہ چھوڑ دے۔
6. رفتار میں میانہ روی کو ملحوظ رکھے نہ زیادہ آہستہ چلے اور نہ تیز دوڑ کر۔ آہستہ چلنا متکبروں کی علامت ہے۔ قدم پورا رکھے۔

سوال نمبر 30:۔ حضرت داؤد طائی نے صحن میں چہل قدمی کیوں نہ کی؟

حضرت داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ:

ایک دن انہوں نے کوئی دوا کھائی لوگوں نے عرض کیا کہ کچھ دیر صحن میں تشریف رکھیں تاکہ دوا کا اثر و فائدہ ظاہر ہو آپ نے فرمایا خدا سے حیا کرتا ہوں کہ قیامت کے دن وہ مجھ سے پوچھے گا تو نے اپنے نفس کی خاطر چند قدم کیوں اٹھائے جیسا کہ اس کا ارشاد ہے:

وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (ان کے قدم گواہی دیں گے کہ وہ دنیا میں کیا کرتے تھے۔)

سوال نمبر 31:۔ حضرت بایزید بسطامی کے نزدیک بغیر مراقبہ کے درویش کا چلنا کیسا ہے؟

حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بغیر مراقبہ کے درویش کا چلنا، غفلت کی نشانی ہے۔ کیونکہ وہ جس مقام پر ہوتا ہے دو قدم سے معلوم ہو جاتا ہے یعنی ایک اپنے نصیب پر قدم رکھتا ہے اور دوسرا فرمانِ الٰہی پر مطلب یہ ہے کہ وہ ایک مقام سے قدم اٹھاتا ہے اور دوسرے مقام پر قدم رکھتا ہے گویا طالب کی رفتار، مسافت کو طے کرنے کی علامت ہے اور قرب حق، مسافت نہیں ہے۔ جب اس کا قرب مسافت نہیں تو طالب کو محل سکون میں قدموں کے ذریعہ قطع مسافت کے بغیر کیا چارہ۔

سوال نمبر 32:۔ صوفیا کے نزدیک سفر و حضر کے آداب کیا ہیں؟

واضح رہنا چاہئے کہ مشائخ طریقت کا اس معنی میں بہت اختلاف ہے۔ بایں ہمہ ہر گروہ کے نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ غلبہ نیند کے بغیر سونا نہ چاہئے۔ ایک گروہ کے نزدیک جائز ہے کہ مرید بالقصد سوئے اور بجبر نیند کو لائے جبکہ وہ احکام الٰہی کو پورا کر چکا ہو۔ اس لئے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثٍ عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يستيقظ وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَحْتَلِمَ وَعَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يُفِيقَ

ترجمہ: تین شخصوں سے حکم الٰہی اٹھالیا گیا ہے ایک سونے والے سے جب تک کہ وہ نہ جاگے۔ دوسرے بچے سے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو، تیسرے دیوانے سے جب تک اسے افاقہ نہ ہو۔

مطلب یہ کہ بندہ جب تک سوتا رہتا ہے بیدار ہونے تک قلم تقدیر اٹھا رہتا ہے۔ اور مخلوق اس کی برائی سے محفوظ رہتی ہے اور اس کے اختیارات معطل اور اس کا معزول نفس رہتا ہے اور کراماً کاتبین اس کا نامہ اعمال نہیں لکھتے۔ اس کی زبان دعوؤں، جھوٹ اور غیبت سے رکی رہتی ہے

اوراس کاارادہ عجب دریاسے دور رہتاہے۔دن رات میں کبھی نیند وآرام کاہوش نہیں ہوتا۔اگروہ سوجائے تواپنے مقصود سے محروم رہ جاتاہے۔اس کی زندگانی غافل بن جاتی ہے اور حق تعالیٰ کے مشاہدے سے محروم رہ جاتاہے۔

سوال نمبر33:۔نبی اکرم ﷺ نے نیند کے بارے کیا فرمایا؟

نبی اکرم ﷺ نے نیند کے بارے میں فرمایاہے کہ:

النوم اخ الموت(نیند موت کی بہن ہے۔)

سوال نمبر34:۔کیا حالتِ نیند کو بیداری پر فضیلت حاصل ہے؟

مشائخ کی ایک جماعت ایسی ہے جو نیند کو بیداری پر فضیلت دیتی ہے اور وہ حضرت جنید کے مسلک کی موافقت کرتی ہے کیونکہ بکثرت اولیاء، بزرگانِ دین اور انبیاء عظام علیہ السلام پر ہمیشہ نیند کا ظہور ہوتا تھا اور حضور نبی اکرم ﷺ نے اللہ کا یہ ارشاد بیان فرمایاہے کہ:

اللہ تعالیٰ اس بندے پر اظہار خوشنودی فرماتاہے جو بحالت سجدہ سوجاتاہے۔اور اپنے فرشتوں سے فرماتاہے میرے بندے کی طرف دیکھو اس کی روح مجھ سے ہمراز ہے اور اس کا بدن عبادت کے فرش پر ہے۔

اور مشائخ کی ایک جماعت ایسی بھی ہے کہ وہ بیداری کو خواب پر فضیلت دیتے ہیں اور حضرت علی بن سہل کی موافقت کرتے ہیں۔ان کی دلیل یہ ہے کہ انبیاء ومرسلین علیہم السلام وحی اور اولیاء کرام کو کرامتیں بیداری ہی میں ہوتی ہیں۔ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ:

لو کان فی النوم خیر الکان فی الجنۃ نوم(اگر نیند افضل ہوتی تو یقینا جنت میں بھی سوناہوتا۔)

لیکن جب بندہ اس درجہ پر فائز ہو جائے کہ اس کا اختیار جاتارہے اور اپنے کھانے پینے سے دست کش ہو جائے اور اس کی تمام ہمتیں غیر سے جدا ہو جائیں پھر اگر وہ سوئے یاجاگے ہر حال میں عزیز ہوتاہے۔لہذا مرید کے لئے نیند کی شرط یہ ہے کہ اپنی پہلی نیند کو اپنی عمر کی آخری نیند جانے۔گناہوں سے بچے اور دشمنوں کو راضی کرے۔طہارت کے ساتھ رہے داہنے پہلو پر قبلہ رو ہو کر سوئے۔دنیاوی کام ٹھیک رکھے۔نعمت اسلام کا شکر بجالائے اور عہد کرے کہ اگر بیدار ہوا تو پھر گناہوں میں مبتلا نہ ہوگا۔جو شخص اپنی بیداری میں کاموں کو درست رکھتاہے اس کے لئے نیند ہو یا موت دونوں میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔

سوال نمبر35:۔صوفیا کے نزدیک سکوت وکلام کے آداب کیاہیں؟

صوفیاء کرام نے سکوت وکلام کے جو آداب بیان فرمائے ہیں وہ درج ذیل آیاتِ قرآنیہ سے ماخوذ ہیں:

اللہ تعالیٰ فرماتاہے کہ:

وَمَنۡ أَحۡسَنُ قَوۡلًا مِّمَّن دَعَآ إِلَى ٱللَّهِ وَعَمِلَ صَٰلِحًا(سب سے بہتر کلام یہ ہے کہ جو بندہ اللہ کو پکارے اور نیک کام کرے۔)

نیز فرمایا:

قَوۡلٌ مَّعۡرُوفٌ(نیک بات کہو۔)

اور فرمایا:

قُولُوٓاْ ءَامَنَّا(کہو کہ ہم ایمان لائے۔)

واضح رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اچھی بات کہنے کا حکم دیا ہے مثلاً حق تعالیٰ کی معبودیت کا اقرار اس کی حمد و ثنا اور مخلوق خدا کو دعوت و تبلیغ وغیرہ۔

سوال نمبر36:۔ سکوت و کلام کی افضیلت پر مشائخ کا اختلاف بیان کریں۔

مشائخ طریقت کی ایک جماعت بولنے پر سکوت کو افضل سمجھتی ہے اور ایک جماعت خاموشی پر بولنے کو ترجیح دیتی ہے حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ:

الفاظ و عبارات سراسر دعاوی ہیں جسوقت معانی کا اثبات ہو جاتا ہے تو الفاظ و عبارات والے دعاوی جاتے رہتے ہیں۔ ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ انسان اختیاری حالت میں سقوط کلام میں معذور ہو جاتا ہے۔ یعنی بحالت بقاخوف کی وجہ سے۔ باوجود بولنے پر قادر ہونے کے وہ بول نہیں سکتا۔ اس کا نہ بولنا، معرفت حقیقت میں کوئی حرج پیدا نہیں کرتا۔ اور کسی وقت بندہ بے معنی محض خالی دعووں میں معذور نہیں ہوتا اس کا حکم منافقوں کی مانند ہو جاتا ہے۔ لہذا بے معنی دعوی نفاق ہے اور بے دعوی معنی اخلاص پر مبنی ہے۔

وہ جماعت جو بولنے کو خاموشی پر ترجیح دیتی ہے ان کا کہنا ہے کہ حق تعالیٰ نے ہمیں اپنے احوال کو بیان کرنے کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ دعوی معنی کے ساتھ قائم ہے مثلاً اگر کوئی حق تعالیٰ کی معرفت عقل و خرد سے ہزار برس تک رکھے اور کوئی امر مانع بھی نہ ہو تو جب تک اپنی معرفت کا اقرار زبان سے نہ کرے اس کا حکم کافروں جیسا ہو گا اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو حمد و ثنا اور شکر خدا بجالانے کا حکم دیتا ہے۔ اس نے اپنے حبیب کو حکم دیا ہے کہ:

واما بنعمة ربك فحدث (اپنے رب کی نعمتوں کو اچھی طرح بیان کرو۔)

سوال نمبر37:۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے نجات کے بارے کیا ارشاد فرمایا؟

حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

من صمت نجا (جو خاموش رہا اس نے نجات پائی۔)

سوال نمبر38:۔ حضرت شبلیؒ نے اپنے کس کلام پر توبہ کی؟

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ:

ایک مرتبہ انہوں نے حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں کھڑے ہو کر نعرہ مارا کہ یا مرادی اور حق تعالیٰ کی طرف اشارہ کیا حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اے ابو بکر اگر تمہاری مراد حق ہے تو یہ اشارہ کیوں ہے کیونکہ وہ اس سے بے نیاز ہے اور اگر تمہاری مراد حق نہیں ہے تو تم نے خلاف کیوں کیا۔ حق تعالیٰ تمہارے قول کے بموجب علیم ہے۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کلام پر توبہ و استغفار کیا۔

سوال نمبر39:۔ داتا صاحب کے نزدیک کلام اور سکوت کی کتنی صورتیں ہیں؟

حضور سید نا داتا گنج بخش فرماتے ہیں کہ کلام دو طرح کا ہوتا ہے:

1. کلامِ حق
2. کلامِ باطل

اسی طرح خاموشی (سکوت) بھی دو طرح کی ہوتی ہے:

1. سکوت مقصود و مشاہدہ کے حاصل ہونے کے بعد
2. غفلت و حجاب کی حالت میں سکوت۔

سوال نمبر 40:۔ صوفیا کے نزدیک سوال کرنے کے آداب کیا ہیں؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَا يَسْئَلُونَ النَّاسَ اِلْحَافًا (لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہ کرو۔ اور جب کوئی سوال کرے تو منع نہ کرو۔)

حضور نبی اکرم ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ (سائل کو نہ جھڑکو۔ جہاں تک ممکن ہو خدا کے سوا کسی سے سوال نہ کرو۔)

ایک جماعت کے نزدیک درویش کا سوال کرنا جائز ہے کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہ کرو اس میں اشارہ ہے کہ سوال تو کرو مگر گڑگڑاؤ نہیں حضور نبی اکرم ﷺ نے خود صحابہ کرام کی ضروریات پوری کرنے کے لئے صاحب ہمت کو ترجیح دی ہے اور ہمیں بھی ارشاد فرمایا ہے کہ:

أُطْلُبُوا الْحَوَائِجَ عِنْدَ حِسَانِ الْوُجُوهِ (اپنی ضرورتوں کے لئے خوب صورت چہرہ والوں سے سوال کیا کرو۔)

صوفیاء کے نزدیک سوال کرنے کے جو آداب منقول ہیں وہ درج ذیل ہیں:

1. اگر سوال، پورا ہو جائے تو اس سے زیادہ کی خواہش نہ کرنی چاہئے۔
2. لوگوں کو حق تعالیٰ کے درمیان نہ دیکھے حق تعالیٰ ہی کی طرف نظر رکھے۔
3. عورتوں اور بازار والوں سے سوال نہ کرے۔
4. اپنا راز اس سے کہے جس پر اعتماد ہو کہ اس کا مال حلال ہے کسی پر ظاہر نہ کرے۔
5. جہاں تک ہو سکے اپنے نصیب پر سوال نہ کرے وہ تو اسے پہنچنا ہی ہے۔
6. سوال کرتے وقت گھر کی آرائش کو ملحوظ نہ رکھے اور نہ اسے اپنی ملکیت جانے بلکہ ضرورت وقت کا تقاضہ سمجھے۔
7. کل کی فکر آج نہ کرے تاکہ دائمی ہلاکت میں نہ پڑے۔
8. حق تعالیٰ کو اپنی گدائی کا ذریعہ نہ بنائے اور نہ ایسی پارسائی جتائے کہ پارسائی کی وجہ سے لوگ زیادہ دیں۔

سوال نمبر 41:۔ توکل (الٰہی) پر حضرت ابو مسلمؒ اور درویش کا واقعہ بیان کریں۔

منقول ہے کہ ابو مسلمؒ کے زمانہ میں کسی صاحب دعوت نے ایک درویش کو بے گناہ چوری کے الزام میں پکڑوا دیا۔ چار راتیں اسے قید خانہ میں رہنا پڑا۔ ایک رات ابو مسلمؒ نے حضور نبی اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا اے ابو مسلم! مجھے خدا نے تمہارے پاس بھیجا ہے کہ اس کے دوست کو بے جرم قید خانہ میں ڈلوادیا ہے۔ جاؤ اسے آزاد کرو۔ ابو مسلم خواب سے بیدار ہوئے اور ننگے سر اور ننگے پاؤں قید خانہ دوڑتے ہوئے گئے حکم دیا کہ قید خانہ کا دروازہ کھول دیا جائے اور اس درویش کو باہر لے کر آئے اس سے معافی مانگی اور کہا کوئی حاجت ہو تو بیان کرو۔ درویش نے کہا

اے امیر، جس خدا کی شان یہ ہو کہ وہ آدھی رات کے وقت ابو مسلم کو بستر سے جگا کر بھیجے اور بلا سے نجات دلائے کیا اس کے بندے کے لئے زیبا ہے کہ وہ دوسروں سے سوال کرے ابو مسلم رونے لگے اور درویش کے سامنے سے ہٹ گئے۔

سوال نمبر 42:۔ مشائخ طریقت کے نزدیک کتنی باتوں کے لیے سوال جائز ہے؟

مشائخ طریقت فرماتے ہیں کہ تین باتوں کے لئے سوال جائز ہے:

1. ایک یہ کہ دل کی فراغت کے لئے سوال ضروری ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ ہم دو روٹیوں کی قیمت بھی نہیں رکھتے اور دن رات اس کا انتظار کرتے ہیں اور ہماری اضطراری و بے قراری کی حالت میں اللہ تعالی سے اس کے سوا کوئی حاجت نہیں ہوتی اس لئے کہ کھانے کے انتظار کی مشغولیت سے بڑھ کر اور کوئی مشغولیت نہیں ہوتی۔
2. سوال کی دوسری غرض یہ ہے کہ نفس کی ریاضت کے لئے سوال کیا جائے تاکہ نفس ذلیل و خوار ہو سکے اور رنجیدہ ہو کر اپنی قدر و قیمت پہچانے کہ دوسروں کی نظر میں اس کی کیا منزلت ہے اور دوبارہ تکبر کر کے مصیبت میں نہ ڈالے۔
3. سوال کی تیسری غرض یہ ہے کہ اللہ تعالی کی حرمت میں لوگوں سے سوال کرے اور تمام دنیاوی اموال کو خدا ہی کا جانے اور ساری مخلوق کو اس کا وکیل سمجھے اور جو اپنے نصیب کی ہوا سے خدا کے وکیلوں سے حاصل کرے۔ سوال تو لوگوں سے ہو لیکن نظر حق تعالی کی طرف، جب بندہ خود کو ایسا بنا لیتا ہے تو حرمت الہی میں وکیل ہے جو مانگتا ہے وہ طاعت میں حق تعالی سے زیادہ قریب ہو جاتا ہے۔

سوال نمبر 43:۔ حضرت بایزید بسطامیؒ نے اپنے مرید شقیق کے لیے کیا فرمایا؟

حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مرید شقیق کی بابت دریافت کیا جب کہ وہ مرید زیارت کے لئے آیا تھا۔ اس نے بتایا کہ شقیق کا حال یہ ہے کہ وہ لوگوں سے کنارہ کش ہو گئے ہیں اور توکل اختیار کر لیا ہے۔ حضرت بایزید رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا: جب تم جاؤ تو شقیق سے کہنا کہ دیکھو دو روٹی کی خاطر خدا کو نہ آزمانا جب بھوکے ہو تو کسی ہم جنس سے دو روٹی مانگ لینا اور توکل کے نام کو ایک طرف رکھ دینا تاکہ تمہاری ولایت کا محل اپنے معاملہ کی بدبختی سے زمین پر نہ آجائے اور تباہ و برباد نہ ہو جائے۔

سوال نمبر 44:۔ حضرت ابو بکر شبلیؒ نے لوگوں کے سامنے دست سوال کیوں اٹھایا؟

حضرت جنید بغدادی رحمۃاللہ علیہ کے پاس جب حضرت ابو بکر شبلی رحمتہ اللہ علیہ آئے تو حضرت جنید نے فرمایا اے ابو بکر تمہارے دماغ میں ابھی تک یہ گھمنڈ ہے کہ میں خلیفہ کے خاص الخاص کا فرزند ہوں اور سامرہ کا امیر ہوں یہ تمہارے کام نہ آئے گا جب تک کہ تم بازار میں جا کر ہر ایک کے سامنے دست سوال نہ پھیلاؤ گے اس وقت تک اپنی قدر و قیمت نہ جان سکو گے چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا روزانہ بازار میں ان کی قدر و قیمت گھٹتی گئی یہاں تک کہ چھ سال میں اس حال کو پہنچ گئے کہ انہیں بازار میں کسی نے کچھ نہ دیا۔ اس وقت حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا حال بیان کیا۔ آپ نے فرمایا اے ابو بکر اب تم اپنی قدر و قیمت کو پہچانو کہ لوگوں کی نظر میں تمہاری کوئی قیمت نہیں ہے لہذا تم ان لوگوں کو دل میں جگہ نہ دو اور ان کی کچھ منزلت نہ سمجھو۔ یہ معنی ریاضت کے لئے تھے نہ کہ کسب کے لئے۔ کسب کے طریق پر سوال کسی طرح حلال نہیں ہے۔

سوال نمبر 45:۔ اللہ تعالی نے نکاح کے بارے کیا ارشاد فرمایا؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (بیویاں تمہارے لباس ہیں اور تم بیویوں کے لباس ہو۔)

سوال نمبر 46:۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے نکاح کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا؟

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

تَنَاكَحُوا تُكَثِّرُوا فَإِنِّي أُبَاهِي بِكُمُ الْأُمَمَ يَوْمَ الْقِيمَةِ وَلَوْ بِالسِّقْطِ

ترجمہ: مسلمانوں نکاح کرو اور اولاد کی کثرت کرو کیونکہ روزِ قیامت تمہارے ذریعے اپنی امت کی کثرت پر فخر کروں گا اگرچہ حمل کا سکوت ہی کیوں نہ ہو۔

نیز فرمایا:

إِنَّ عَظَمَ النِّسَاءِ بَرَكَةً أَقَلُّهُنَّ مَؤُونَةً وَأَحْسَنُهُنَّ وَجْهًا وَأَحْصَنُهُنَّ فُرُوجًا

ترجمہ: سب سے بڑی برکت والی بیوی وہ ہے جس کا بوجھ کم ہو اور وہ حسین چہرے والی اور عصمت کی حفاظت کرنے والی ہو۔

سوال نمبر 47:۔ صوفیاء کے نزدیک نکاح کے آداب کیا ہیں؟

صوفیاء کے نزدیک نکاح کے آداب درج ذیل ہیں:

1. مشائخ کی ایک جماعت فرماتی ہے کہ شہوت کو دور کرنے اور دل کی فراغت حاصل کرنے کے لئے نکاح کرنا چاہئے۔
2. اور ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ نسل کو قائم رکھنے کے لئے نکاح کرنا ضروری ہے تاکہ اولاد ہو۔ اگر اولاد باپ کے سامنے فوت ہو جائے تو وہ قیامت کے دن اس کی شفاعت کرے گی اور اگر اولاد کے سامنے باپ مر جائے تو اولاد اس کی مغفرت کے لیے دعا کرے گے۔

سوال نمبر 48:۔ کس کا حسب و نسب باقی رہے گا؟

ایک روایت میں ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہر حسب و نسب منقطع ہو جاتا ہے مگر میرا نسب و حسب باقی رہتا ہے۔

سوال نمبر 49:۔ مجرد (تنہا، اکیلے) رہنے میں کتنی آفتیں ہیں؟

مجرد و تنہا رہنے میں دو آفتیں ہیں:

1. ایک تو یہ کہ سنت کا ترک ہے۔
2. دوسرا شہوت کی پرورش اور حرام میں مبتلا ہونے کا خطرہ بھی ہے۔

سوال نمبر 50:۔ غیر جنس سے نکاح کرنے میں کتنی آفتیں ہیں؟

غیر جنس سے نکاح کرنے میں بھی دو آفتیں ہیں:

1. ایک غیر خدا کے ساتھ دل کی مشغولیت۔
2. دوسرا نفسانی لذت کے لیے تن کو مشغول کرنا۔

سوال نمبر 51:۔ صوفیاء کے نزدیک معاشرت کے آداب کیا ہیں؟

صوفیاء کے معاشرت کے متعلق بیان کردہ آداب درج ذیل ہیں:

1. جب درویش نکاح کے ذریعہ صحبت کا قصد کرے تو لازم ہے کہ بیوی کو حلال رزق مہیا کرے اور اس کے مہر کو حلال کمائی سے ادا کرے تاکہ حق تعالیٰ کے حقوق اور بیوی کے حقوق جو خدا نے فرض کئے ہیں اس کے ذمہ باقی نہ رہیں۔
2. لذت نفس کی خاطر اس (بیوی) سے مشغول نہ ہو۔
3. جب فرائض ادا کر چکے تب اس سے ہم بستر ہو اور اپنی مراد اس سے پوری کرے اور حق تعالیٰ سے دعا مانگے کہ اے خدا جہان کی آبادی کے لئے تو نے آدم کی سرشت میں شہوت پیدا کی اور تو نے چاہا کہ یہ باہم صحبت کریں۔اے خدا مجھے اس کی صحبت سے دو چیزیں عطا فرما۔ایک تو حرص حرام کو حلال سے بدل دے دوسرا مجھے فرزند صالح عطا فرما جو راضی برضا اور ولی ہو۔
4. درویش کے لئے ضروری ہے کہ سنت کی اتباع کے وقت دل کو دنیا اور شغل حرام سے دور رکھے کیونکہ درویش کی ہلاکت اس کے دل کی خرابی میں ہے جس طرح کہ تونگر کی خرابی گھر اور بدل ممکن نہیں ہے۔

سوال نمبر 52:۔ مجرد رہنے پر حضور نے کیا فرمایا؟

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

خَيْرُ النَّاسِ فِي آخِرِ الزَّمَانِ خَفِيفُ الْحَاذِ (آخر زمانہ میں وہ لوگ سب سے بہتر ہیں جو خفیف الحاذ ہوں۔)

صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ خفیف الحاذ کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

الَّذِي لَا أَهْلَ لَهُ وَلَا وَلَدَ لَهُ (وہ لوگ ہیں جن کی نہ بیوی ہوں نہ بچے؟)

نیز فرمایا:

سِيرُوا سَبَقَ الْمُفْرِدُونَ (دیکھو اکیلے لوگ تم پر سبقت لے گئے۔)

سوال نمبر 53:۔ داتا صاحب کے نزدیک طریقت کی بنیاد کس پر ہے؟

داتا صاحب کے نزدیک طریقت کی بنیاد مجرد رہنے پر ہے نکاح کے بعد حال دگرگوں ہو جاتا ہے۔

سوال نمبر 54:۔ شہوت کا دور ہونا کتنی چیزوں سے ہوتا ہے؟

شہوت کا دور ہونا دو چیزوں سے ہوتا ہے:

1. ایک یہ کہ تکلف کے تحت اسے دور کیا جائے۔
2. دوسرا یہ کہ ریاضت و مجاہدے کے کسب سے۔

لیکن جو تحت تکلف ہے وہ انسان کی طاقت ہے کہ وہ بھوکا رہے اور جو کسب و مجاہدے سے باہر ہے وہ یا تو بے چین کرنے والا خوف ہے یا سچی محبت، جو آہستہ آہستہ پیدا ہو کر محب کے جسم کے تمام اجزاء میں سرایت کر جاتی اور غالب ہو جاتی ہے اور تمام حواسی کو اس کے وصف سے نکال دیتی ہے اور بندے کو مکمل جدا کر کے اس سے بیہودگی کو فنا کر دیتی ہے۔

سوال نمبر 55:۔ صوفیاکے نزدیک آل واولاد کے آداب کیاہیں؟

اہل وعیال کی موجودگی میں شرائط آداب یہ ہیں کہ :

1. ان کے کسی درد و دکھ سے غافل نہ رہے اور نہ اپنا حال ضائع اور اوقات پراگندہ ہونے دے۔
2. اپنے اہل وعیال کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرے۔
3. انہیں حلال رزق مہیا کرے۔
4. نفقہ کی ادائیگی میں ظالموں اور جابر بادشاہوں کی رعایت نہ کرے ۔ یہاں تک کہ اگر فرزند سے بھی ایسا ارتکاب ہو تو اس کا بھی لحاظ کرے۔

سوال نمبر 56:۔ حضرت احمد بن حرب نیشاپوری کا بیٹا معذور کیسے تھا؟

حضرت احمد بن حرب نیشاپوری رحمتہ اللہ علیہ ایک دن نیشاپور کے امراء ورؤساء کے ساتھ جو انہیں سلام کرنے آئے تھے تشریف فرما تھے ان کا ایک بیٹا شراب پئے ہوئے گانے والیوں کے ساتھ جھومتا ہوا گزر گیا۔ جس نے بھی اسے دیکھا اس کا حال متغیر ہو گیا۔ حضرت احمد نے جب لوگوں کو دیکھا تو فرمایا تمہارا حال کیوں متغیر ہے۔انہوں نے کہا یہ جوان اس بے باکی کے ساتھ آپ کے سامنے سے گزرا ہے جس سے پریشان ہو گئے اس نے آپ کا بھی لحاظ نہیں کیا آپ نے فرمایا وہ معذور ہے اس لئے کہ ایک رات ہم نے اپنے اور اپنی بیوی کے لئے ہمسایہ سے کوئی چیز لی تھی اور ہم دونوں نے اسے کھایا تھا اسی رات ہم بستری میں اس جوان کا استقرار ہوا تھا۔ پھر ہم پر نیند کا غلبہ ہوا اور سو گئے اس رات ہمارے اوراد وظائف بھی نہ ہو سکے۔ ہم نے صبح اس کھانے کی بابت تفتیش کی تو ہمسایہ نے بتایا جو چیز بھیجی تھی وہ ایک شادی کا کھانا تھا۔

سوال نمبر 57:۔ صوفیاء کے نزدیک مجرد رہنے کے آداب کیاہیں؟

مجرد رہنے یعنی غیر شادی شدہ رہنے کے آداب میں شرائط یہ ہیں کہ :

1. آنکھوں کو ناشائستہ باتوں سے محفوظ رکھے۔
2. نہ دیکھنے کے لائق چیزوں کو نہ دیکھے اور ناجائز آوازوں کو نہ سنے۔اور نامناسب باتوں کو نہ سوچے۔
3. شہوت کی آگ کو فاقہ اور بھوک سے بجھائے۔
4. دل کو دنیا اور حوادث کی مشغولیت سے محفوظ رکھے۔
5. نفسانی خواہش کا نام علم والہام نہ رکھے۔
6. شیطان کے فریبوں کی تاویل نہ کرے تاکہ طریقت کی راہ میں مقبول ہو۔